ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل۔ تحقیقی مطالعہ

Problems of Female Employees and Solution In The Light of Shariah: A Research Study

یاسر فاروق *

ڈاکٹر حافظ مسعود قاسم **

ABSTRACT

Since the creation of men and women, Allah almighty revealed all instructions and teachings regarding life style of both kinds. Allah also divided the duties of both for seeking prosperity and happiness in their lives. Both kinds, men and women as a married couple, also acknowledged these teachings and their duties. But some time, the necessity overcomes and they live a life full of rush and against the nature. Women does many jobs for seeking better life style or sometimes serious circumstances forces her to do a job. But it is a great regret for ourselves that this kind of women got stuck in many problems and unrestful issues. So, female employees, in our society had a lot of problems from her family and organization also. She faces many problems in her house also as well in the office in which she provides her services. These problems are like, lack of transport, unsecure system of travelling, problems of salary packages like deduction without any reasonable issue, physical harassment from colleagues, joint family system, divorce due to not adopting housewife style or standard etc. In this research, the results of a survey presented which was conducted in pursuance of the major problems regarding female employees in our society. We found very miserable and regrettable situation of women as discussed in this research. At the end, solution of these problems has been given in the light of shariah.

Keywords: *female, employees, problems, harassment, survey.*

* لیکچرار، گورنمنٹ میونسپل ڈگری کالج، فیصل آباد

** لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف ایگریکلچر، فیصل آباد

تعارف

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو جن دو اصناف 'مرد و عورت' میں تقسیم کیا ان کی حیثیتوں اور ساخت کے مطابق ذمہ داریاں بھی عائد کیں۔ مرد اگر قوی الجسد اور اعصابی طور پر فائق ہوتا ہے تو اس کی ذمہ داریاں ان خواص کی بنیاد پر قدرے مشکل ہیں جبکہ عورت اس سے کمزور ہے تو اس کی ذمہ داریاں اسی حیثیت کے مطابق گھریلو ہیں۔ مضبوط معاشرے یا خاندان وہی ہوتے ہے جن کی تمام اکائیاں اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے ادا کرتے رہیں۔ اگر مرد یا عورت میں سے کوئی اپنی ذمہ داری درست طور پر ادا نہیں کر رہے تو یقیناً کسی نا کسی اعتبار سے فساد یا تناؤ ضرور پیدا ہو گا۔ مثلاً اگر مرد بحیثیتِ قوّام نان ونفقہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا یا عورت گھریلو ذمہ داریوں کو صحیح طور پر ادا نہیں کرتی تو پھر یقیناً مسائل جنم لیں گے۔ تاہم کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ دونوں اپنے فرائض کو سمجھتے ہوئے متنوع ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں۔ مثلاً مرد گھر سے باہر کام کاج کرنے کے باوجود اولاد کی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں چھوڑتا اور عورت مرد کے ساتھ روزگارِ زمانہ یا گزر بسر کو بہتر بنانے کے لیے مرد کے شانہ بشانہ کام کرتی ہے۔ مسئلہ تب بہت زیادہ گمبھیر صورتحال اختیار کرلیتا ہے جب دونوں الگ الگ سمت میں چل پڑتے ہیں، مرد عورت کو نہیں سمجھتا اور عورت مرد کی تفوق کو کوئی اہمیت دیتے نظر نہیں آتی۔ ایسی صورت حال میں مسائل کو مثبت انداز میں حل کرنا قدرے پیچیدہ ہو جاتا ہے۔ ہمارے مشرقی معاشرے میں ابھی جو جدتِ فکر پیدا ہوئی ہے اور عورت مرد کے شانہ بشانہ کام کر رہی اس کی تصحیح تغلیط یا جواز وعدمِ جواز ایک الگ بحث ہے، یہاں تو سرِ دست یہ امر کافی سنجیدہ غور وخوض کا متقاضی ہے کہ کیا عورت اس معاشرے کے تمام مسائل کو جانتی ہے یا کم از کم اپنے گھر اور خاندانی نظام کو سمجھتی ہے یا نہیں؟ خاندان یا گھر کا سربراہ (شوہر) عورت کو گھر میں مقید رکھنا چاہتا ہے اور عورت اس کی ساتھ مل کر کام کرنا چاہتی ہے۔ ماسوائے اس قبیل کے، جن کا گزارا ہی بہت مشکل سے ہو رہا ہو اور روزگار ضرورت پوری کرنے سے قاصر ہو تو پھر عورت کے کام پر قدغن نہیں لگائی جاتی۔ لیکن جب خاوند کفالت اور ضروریات کو پورا کر رہا ہو تو پھر مسائل جنم لیتے ہیں اور کافی کشیدگی کا ماحول بن جاتا ہے۔

موجودہ معاشرے میں کام کرنے والی یا ملازمت کرنے والی خواتین خواہ ضرورت کے پیشِ نظر یا محض آمدن میں اضافہ جو لائف سٹائل میں بہتری و تعیش پرستی کے لیے کام کرتی ہوں، بہت سارے داخلی و خارجی مسائل کو برداشت کر رہی ہیں۔ جو خاندان عورتوں کو کام کرنے سے منع کرتے ہیں وہاں عورت کے لیے یہ داخلی مسائل کا موجب بنتے ہیں، جبکہ اگر عورت کسی نارمل یا سٹیٹس کے اعتبار سے معمولی نوکری کر رہی ہو تو اس کے لیے محکمانہ و

دیگر خارجی مسائل بہت زیادہ ہیں۔البتہ اچھی پوسٹس پر موجود عورتیں قدرے بہتر ماحول میں زندگی گزاررہی ہیں جس کے کئی اسباب ہیں جن کا یہاں بیان تحصیلِ حاصل ہے۔

معاصر دور میں فی نفسہ عورت کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑرہاہے، اس حوالے سے راقم الحروف نے ایک سروے کیاہے جو اس تحقیق میں پیش کیا جارہاہے۔اس میں تقریبا ہر شعبہ کی کل ملاکر ۹۸ ملازمت پیشہ خواتین کو منتخب سوالات دیے گئے جن کے جوابات کی روشنی میں یہ تحقیقی مقالہ لکھا گیا۔[۱] سروے سے معلوم ہوا کہ تقریباً متذکرہ بالا تمام اقسام کی خواتین کو یکساں نوعیت کے مسائل کا سامنا ہے۔اس لیے پیشِ نظر تحریر میں مسائل کو جن مباحث و محاور تقسیم کرتے ہوئے ان کا شریعت کی روشنی میں حل پیش کیا گیاہے،اس کا خاکہ ذیل میں ہے؛

مبحث اول: عائلی زندگی کو متاثر کرنے والے مسائل

مبحث دوم: رشتہ داروں کی طرف سے پیش آمدہ مسائل

مبحث سوم: محکمانہ یاملازمت کے مقامات پر پیدا ہونے والے مسائل

مبحث چہارم: شریعت اسلامیہ کی روشنی میں مسائل کا حل

خاتمۃ البحث ونتائجِ تحقیق

مبحث اول: عائلی زندگی کو متاثر کرنے والے مسائل

ا۔ میاں بیوی کے باہمی تعلقات میں ملازمت کے اثرات:

عالمی تہذیبی اثرات نے جہاں پوری دنیا کے خاندانی نظام کو متاثر کیاہے وہیں پاکستان میں بھی اس کے بھیانک اثرات مرتب ہوئے ہیں۔خود غرضی اور نفس پرستی نے محبت اور مودت کو کچل ڈالا ہے اور خاندانی نظام کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔تعلیم یافتہ عورت گھر سے باہر نکل کر کام کاج کرنا چاہتی ہے لیکن مرد اس کے متوازی سوچ رکھتا ہے۔نتیجتاً میاں بیوی کے درمیان چھوٹے موٹے اختلاف بڑھ کر انا کا مسئلہ بنتے جارہے ہیں۔آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور برداشت کا فقدان ہورہاہے۔معمولی مسائل اس مضبوط قصر میں دراڑیں ڈالنے کا باعث اور اکثر جوڑوں کی جدائی کا سبب بن رہے ہیں۔موجودہ حالات میں عدم برداشت کا رویہ تیزی سے فروغ پا چکاہے جس کا نتیجہ اکثر اوقات طلاق تک جا پہنچتاہے بلکہ قتل وغارت گری تک نوبت جا پہنچی ہے۔ملازمت کے

(۱) اس سروے میں ملازمت کے دوران پیش آنے والے مسائل کے استقصاء سے متعلقہ سوالات کیے گئے۔ان سوالات اور جوابات کا ذکر اور رپورٹ متعلقہ مقامات پر ٹیبلز کی صورت میں بیان کی گئی ہے۔

حوالے سے زوجین کی باہمی understandings نا ہونے کی وجہ سے خواتین کے لیے نباہ قدرے مشکل ہوتا جارہا ہے۔ مثال کے طور پر یہ خبر اس کی وضاحت کرتی ہے؛

"ملازمت سے روکنے پر بیوی نے خاوند پر تیزاب پھینک دیا"(۱)

ایک سروے میں جب مردوں سے سوال کیا گیا کہ وہ اپنے لیے کیسی شریک حیات کا انتخاب کریں گے، کیا ایسی عورت جو ان کے ساتھ معاشی طور پر تعاون کرے اور ملازمت پیشہ ہو یا پھر گھریلو خاتون جو گھر داری میں دلچسپی لیتی ہو تو نتائج حیران کن نکلے۔ مردوں کی اکثریت نے گھر میں رہنے والی اور گھریلو کاموں میں دلچسپی لینے والی خاتون کے انتخاب کو ترجیح دی۔(۲)

۲۔ خاوند کا بیرون شہر یا ملک مقیم ہونا:

وہ ملازمت پیشہ خواتین جن کے شوہر حصولِ معاش کے لیے بیرون ملک یا بیرونِ شہر قیام پذیر ہیں اور زیادہ عرصہ تک ان کی ملاقات نہیں ہوتی یا کبھی کبھار آنا ہو تو ایسی صورت حال میں عورت کے لیے یا تو باقی خاندان کے ساتھ رہنا ایک چیلنج بن جاتا ہے یا پھر وہ آزاد منش ہو کر رہ جاتی ہے اور خاوند کی ہدایات پر سرے سے عمل نہیں کرتی۔ شوہر کے گھر سے دور رہنے کی وجہ ان کے درمیان فاصلے بڑھ جاتے ہیں جس سے ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع نہیں ملتا۔ بعض اس قسم کے واقعات بھی سامنے آئے ہیں کہ عورت اپنے کسی کولیگ یا غیر مرد کے ساتھ تعلقات استوار کر لیتی ہے۔ بعض عورتوں کے سسرال والے غلط فہمی کی بنا پر عورت پر الزامات لگا دیتے ہیں اور شوہر بغیر اپنی بیوی کا موقف سنے ان باتوں پر یقین کر لیتا ہے اور دونوں کی زندگی میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کے متذکرہ بالا تمام امور وواقعات اسی معاشرے میں سامنے آتے رہتے ہیں جو خواتین کے لیے سوہانِ روح ہیں۔

دورانِ سروے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ بہت سی ملازمت پیشہ خواتین ہیں جن کے شوہر ملک سے باہر حصول معاش کے لیے مقیم ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتی ہیں اور ان پر احساس ذمہ داری بڑھ جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے بعض عورتوں میں چڑچڑا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اور نتیجتاً لڑائی جھگڑے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ کچھ خواتین ایسی بھی مشاہدہ سے گزری ہیں جو خاوند کے بیرون ملک یا بیرون شہر مقیم ہونے کی وجہ سے

(۱) روزنامہ جنگ، لاہور، ۱۷ جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۱۱

(۲) http://www.telegraph.co.uk/news/uk news/ women-are-happy-to-be-housewives-html, accessed:10:35 pm, 13 jun, 2019

غیر اخلاقی برائیوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مکمل آزاد خیال کرنے لگتی ہیں۔ اسی طرح فضول خرچی اور نمود و نمائش میں حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔

اس صورتِ حال کا حل وہی ہے جو حضرتِ عمرؓ نے قانونی طور پر لاگو کیا تھا کہ لوگ جہاد کے لیے جائیں تو چھ ماہ سے زیادہ قیام پذیر نا ہوں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ " حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا بیٹی! شوہر کے بغیر عورت کتنے دنوں تک صبر کر سکتی ہے؟ انھوں نے کہا سبحان اللہ (حیرت ہے) آپ جیسا (باپ) مجھ جیسی (بیٹی) سے سوال کرتا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر مسلمانوں کی مصلحت اور مفاد کا مجھے خیال نہ ہوتا تو میں تم سے یہ سوال ہرگز نہ کرتا۔ انھوں نے کہا پانچ ماہ، چھ ماہ،، تب حضرت عمرؓ نے لوگوں کے لیے جہاد کی مدت چھ ماہ (رخصت) مقرر فرمائی"۔

> "بیوی سے پانچ چھ ماہ تک کا عرصہ دور رہا جا سکتا ہے اور وہ بھی صرف
> اس وقت جب واقعی کوئی مجبوری ہو"[۱]

لیکن اگر میاں بیوی دونوں باہم رضامند ہوں اور واقعتاً عزت و عفت کی حفاظت کرنے والے ہوں جس سے فتنے کا خدشہ نہ ہو تو اس مدت میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

۳۔ ماں نہ بننے سے پیدا ہونے والے مسائل:

اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔ جو خواتین اس نعمت سے محروم ہوتی ہیں ان کی عائلی زندگی میں بے شمار مسائل جنم لیتے ہیں۔ عورت چاہے تعلیم یافتہ ہو اور ملازمت کرتی ہو یا گھریلو خاتون ہو اولاد نا ہونے پر اسے ذہنی کرب کی کیفیت سے گزرنا پڑتا ہے۔ بعض گھرانوں میں عورت کا بچہ پیدا نہ کرنا اس کے لیے ایسا ناکردہ گناہ بن جاتا ہے جس کی اسے سزا ساری زندگی بھگتنا پڑتی ہے۔ خاوند اور سسرال کی طرف سے ذہنی دباؤ اسے غلط طریقوں پر عمل کرنے پر اکساتا ہے۔ بلکہ سروے میں یہ بات سامنے آئی کہ بعض ملازمت پیشہ خواتین چونکہ برسرِ روزگار تھیں، اس لیے وہ الگ ہو گئیں اور اس کے بعد وہ تنہا زندگی گزار رہی ہیں۔

بسا اوقات ملازمت پیشہ خواتین جو کافی جرأت مند ہوتی ہیں وہ بھی احساس کمتری کا شکار ہو جاتی ہیں کہ ان میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت موجود نہیں ہے، جس سے عائلی زندگی متاثر ہوتی ہے۔ اسی طرح کچھ ملازمت پیشہ عورتیں بچہ پیدا کرنے سے کتراتی ہیں جس کی وجہ سے بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ بلکہ ایک بات یہ بھی سامنے آئی

---

(۱) الصنعانی، امام عبد الرزاق، **المصنف**، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۲ء، ج۱، ص۱۵۰

ہے کہ کچھ خواتین بچوں کی پیدائش کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتی ہیں اور وہ خانگی ذمہ داریوں سے آزاد رہنے کی غرض سے طلاق لے لیتی ہیں۔

اس مسئلہ کا حل دراصل اسلامی تعلیمات پر صحیح طور پر عمل پیرا ہونا ہے۔ جس کی وجہ سے خواتین کو موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے کیونکہ یہ اللہ کا اختیار ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾ (۱)

قَدِيرٌ﴾ (۱)

”اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کا مالک ہے وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے۔ یا لڑکے اور لڑکیاں دونوں عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے بے شک وہ جاننے والا اور قدرت والا ہے“

ازدواج مطہرات اور صحابیات کا اسوہ قیامت تک کی خواتین کے لیے مشعل راہ ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اتنی کم عمری میں آپ ؐ کے ساتھ شادی ہوئی اس کے باوجود بھی اولاد کی نعمت سے محروم رہیں۔ اس لیے یہ امر ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے اور عورتوں کو کوسنے یا تنگ کرنے کی بجائے ان پر نرمی کی جائے۔

۴۔ مشترکہ خاندانی نظام کے مسائل:

پاکستانی معاشرے میں مشترکہ خاندانی نظام کا رواج ہے اور اس کی ایک بڑی وجہ معاشی تنگ دستی اور ملکی حالات ہیں اور ایسی بہو جو الگ رہائش کا مطالبہ کرے اسے بہت بُرا سمجھا جاتا ہے۔ عائلی زندگی میں زیادہ مسائل کی جڑ یہی وجہ ہے۔

جبکہ الگ رہائش کا مطالبہ شریعت اسلامیہ کے متصادم نہیں ہے۔ اگر وسعت ہو تو خاوند و بیوی الگ رہ سکتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (۲)

---

(۱) الشوریٰ ۴۲: ۴۹

(۲) الطلاق ۶۵: ۰۶

"تم ان کو رہائش دو جہاں تم رہتے ہو اپنی گنجائش سے اور ان کو ضرر نہ دو تا کہ تم ان پر تنگی ڈالو اور اگر وہ حمل والیاں ہوں تو ان پر خرچ کرو حتیٰ کہ وہ وضع حمل کریں"

مشترکہ خاندانی نظام کے مسائل	
مشترکہ خاندانی نظام سے متعلق جب ملازمت پیشہ خواتین سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کو اس نظام کی وجہ سے مسائل کا سامنا ہے تو درج ذیل تین انواع کے جوابات سامنے آئے؛	• ایک (نوع) کی یہ رائے تھی کہ جب سے وہ مشترکہ خاندانی نظام سے الگ ہوئی ہیں، بہت سکون میں ہیں کیونکہ جب مشترکہ خاندان کے ساتھ رہتی ہیں تو ان کی ساس کی طرف سے ہر وقت دباؤ رہتا ہے کہ جب ڈیوٹی پر جائیں تو گھر کا سارا کام کر کے جائیں۔ چاہے اس کے لیے صبح ۴بجے کیوں نہ اٹھنا پڑے اور ملازمت سے واپس آکر بھی سارا گھر کا کام کرنا ان کے ذمہ ہوتا ہے۔ چاہے جتنی بھی تھکی ہوئی کیوں نہ ہوں جب کبھی اس میں تھوڑی بہت کوتاہی ہو جائے تو کئی دن مجھے طعن و تشنیع کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ (۷۰فی صد) • دوسری (نوع) کی رائے میں یہ بہت اچھا ہے۔ بچوں کی پیدائش، تربیت اور دیکھ بال کے لیے کیوں کہ جب وہ ڈیوٹی پر جاتی ہیں تو ان کے بچے ساس سسر کے پاس ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے انہیں کوئی پریشانی نہیں ہوتی اور اگر کبھی ڈیوٹی پر دیر ہو جائے تو گھر والے ضروری کام بھی کر لیتے ہیں جس سے وہ اپنی ڈیوٹی احسن طریقے سے کرتی ہیں۔ (۱۲فی صد) • تیسری (نوع) کا کہنا کہ مشترکہ خاندانی نظام ملازمت پیشہ خاتون کے لیے بہت اچھا ہے۔ اگر گھر میں موجود دیگر افراد بچوں اور ضروری امور کو نمٹنے میں جزوی ساتھ دیں۔ (۱۸فی صد)

۵۔ شادی میں تاخیر کا مسئلہ:

پاکستانی معاشرے میں لاعلمی، دین سے دوری اور مغربی نقالی کے نتیجے میں دو انتہائیں موجود ہیں۔ کچھ لوگ بچیوں کی چھوٹی عمر میں شادی کر دیتے جنہیں شادی اور اس کے مسائل سے آگاہی نہیں ہوتی۔ دوسری جانب ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو لڑکیوں کی شادی تاخیر سے کرتے ہیں اور کئی غیر ضروری امور کو شرط بنا لیتے ہیں۔ جبکہ ملازمت پیشہ بچیوں کے والدین کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ان کی بیٹی اپنے پاؤں پر کھڑی ہے جسے اچھے سے اچھا رشتہ مل سکتا ہے۔ اسی سوچ کی وجہ سے وہ اپنی بیٹی کی شادی کی صحیح عمر کو گزار دیتے ہیں اور بعد میں کوئی اچھا رشتہ نہیں آتا اس

سارے عمل میں لڑکیاں بیچاری پِس جاتی ہیں اور جذباتی طور پر چڑچڑی ہو جاتی ہیں۔ معاشرے میں بہت سی خواتین ایسی ہیں جو اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں اور وہ پھر اپنے معیار یا اس سے بڑھ کر آئیڈیل کی تلاش میں اپنی زندگی کے بہترین سال ضائع کر دیتی ہیں۔ اس سے بہت زیادہ عائلی مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ چھوٹی عمر کی بچیوں کے الگ مسائل ہیں کہ وہ معاملات کو حل کرنے کے اہلیت نہیں رکھتیں جس کی وجہ سے میاں بیوی کے تعلقات خراب رہتے ہیں اور اکثر معاملہ طلاق تک پہنچ جاتا ہے۔ جبکہ غیر شادی شدہ ملازم پیشہ کے الگ سے مسائل ہیں۔

ملازمت کے شادی کی تاخیر پر اثرات	
شادی کی تاخیر کے کیا اثرات واقع ہوئے ہیں؟	• پہلی خاتون جو کہ محکمہ تعلیم میں اعلیٰ عہدہ پر فائز تھیں اس نے بتایا کہ وہ ایم اے کی طالب علم تھی جب اس کے کافی اچھے رشتے آ رہے تھے لیکن وہ مزید تعلیم حاصل کرنے کا کہہ کر اپنے گھر والوں کا ٹالتی رہی۔ پھر اس کے والدین نے شادی کے بارے اسے کہنا چھوڑ دیا۔ جب اس کی تعلیم مکمل ہوگئی اور ملازمت بھی مل گئی تو عمر زیادہ ہو چکی تھی ۔ پھر جو رشتہ آتا وہ اسے ناپسند کر جاتے اور جو پسند کرتے وہ اس کے معیار پر پورے نہ اترتے ۔ چنانچہ اب اس کی طبیعت میں اس قدر چڑچڑا پن ہے کہ وہ شادی کے نام پر آپے سے باہر ہو جاتی ہے کیوں کہ کہ اب اس کی شادی کی عمر گزر چکی ہے اور وہ ایک 'شو پیس' کی طرح لوگوں کے سامنے آکر تھک چکی ہے اس لیے بالآخر اس نے شادی کرنے سے ہی انکار کر دیا۔ (ش۔م، فیصل آباد) اس نوع کی خواتین کی تعداد تقریباً ۳ فی صد ہے۔ • دوسری خاتون جو کہ محکمہ صحت میں ملازمت کر رہی ہے اس نے بتایا کہ وہ تین بہنیں ہیں ان کی ماں کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا۔ باپ نے ان کو پالا لیکن ان کے والد میں قوت فیصلہ کی اس قدر کمی تھی کہ اس نے کبھی ان کے رشتے کی کسی سے بات نہ کی دیکھتے ہی دیکھتے اس کی دو بڑی بہنیں بوڑھی ہو گئیں۔ اب ان کی شادی کی عمر نکل چکی ہے اور وہ دونوں گھریلو خواتین ہیں۔ جبکہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا اور اب اس کی عمر بھی پینتیس سال سے تجاوز کر چکی ہے۔ وہ شادی کرنا چاہتی ہے لیکن اس کی بہنیں جو کہ ملازمت نہیں کرتی ان کی شادی نہیں ہوئی ۔ ان کا خیال کون کرے گا یہ سوچ کر اس نے بھی شادی کا خیال ترک کر دیا۔ (م۔ د، فیصل آباد) اس نوع کی خواتین کی تعداد

تقریباً ۹۰ فی صد ہے۔ • تیسری خاتون نے بتایا کہ جو کہ بطور پولیس آفیسر کام کر رہی تھی کہ اس کے کئی بہترین رشتے آتے ہیں۔ لیکن وہ یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ لڑکی محکمہ پولیس میں ملازمت کرتی ہے۔ اور جو پسند کرتے ہیں وہ ان کے معیار پر پورے نہیں اترتے جس کی وجہ سے اس کی شادی میں تاخیر ہو رہی ہے۔ (خ۔ف، فیصل آباد) اس نوع کی خواتین کی تعداد تقریباً ۷۰ فی صد ہے۔	

مبحث دوم: رشتہ داروں کی طرف سے پیش آمدہ مسائل

۱۔ سسرالی رشتہ داروں کے منفی رویے:

سسرال کی خدمت کا ایک نہایت نازک مگر اہم پہلو یہ ہے کہ ساس اور سسر زوجین کے ماں باپ کا درجہ رکھتے ہیں اور رسول اللہؐ نے اولاد کے لیے دونوں کے لیے ان کے ماں باپ کو جنت یا جہنم قرار دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اولاد پر والدین کی خدمت کرنا، اطاعت کرنا اور ہر حال میں انہیں راضی رکھنا واجب ہے۔ اس کے ساتھ ہی عورت کے لیے اس کے شوہر کو اس کی جنت یا جہنم قرار دیا ہے۔ گویا پورے خاندان والدین (خواہ ساس، سسر ہوں) کو باہم ایک طرح ایک دوسرے کے ساتھ پیوست کر دیا گیا ہے کہ ان کے دنیاوی واخروی معاملات ایک دوسرے سے الگ کرنا ممکن ہی نہیں۔ بیٹا اپنے والدین کی خدمت کا پابند ہے۔ بیوی اپنے شوہر کی خدمت کرنے کی پابند ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ بیٹا تو دن رات والدین کی خدمت پر کمربستہ رہے اور بیوی "شرعاً سسرال کی خدمت واجب نہیں" کے فتوے پر عمل کرتے ہوئے مزے کی نیند کرتی رہے۔ ملازمت پیشہ خواتین کا یہ طرزِ عمل بد اخلاقی کی انتہا پر جا پہنچا ہے۔ جو کہ خود میاں بیوی کے درمیان مسلسل جھگڑے کی صورت حال پیدا کیے ہوئے ہے۔ اس نوع کی خواتین ملازمت کی بنیاد پر اپنے لیے مسائل خود بڑھاتی ہیں جس کا نتیجہ بالآخر طلاق و علیحدگی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔[1]

۲۔ گھر میں کسی فرد کی بیماری کا مسئلہ:

پاکستانی معاشرے میں خاندانی نظام ابھی تک مشرقی طرزِ زندگی کے تحت فعال اور کافی حد تک پرانی روایات اور رکھ رکھاؤ کے لحاظ سے مربوط ہے۔ تمام خاندان ایک دوسرے کی خوشی و غمی میں یکسر شریک ہوتا ہے اور پورا

---

(۱) کیلانی، محمد اقبال، **نکاح کے مسائل**، حدیث پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۱۹ء، ص ۳۸۔۳۹

خاندان جسدِ واحد کی مانند خالصتاً مشرقی طرزِ رہن و سہن کو پیش کرتا ہے۔اس لیے جن علاقوں اور خاندانوں میں مشترکہ نظام ہے وہاں کسی عزیز کی بیماری خواتین کے لیے بہت زیادہ گھریلو مشغولیت کا سبب بن جاتی ہے۔ علاج کے لیے جب ہسپتالوں کے چکر کاٹنا پڑتے ہیں تو ہسپتال کے لیے الگ اور گھر والوں کے لیے الگ کھانا تیار کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر گھر ہسپتال کے قریب ہو تو اقرباء کے ہسپتال میں داخل ہونے کی صورت میں قریبی خاندان بیمار اور اس کے ساتھ آنے والوں کی میزبانی کرتا ہے۔

گھر میں اضافی مصروفیت یا مریض وغیرہ کے خدمت	
گھر میں کبھی کبھار اضافی مصروفیت پیدا ہو جائے یا پھر کوئی فرد بیمار ہو جائے تو کس قسم کے مسائل ہوتے ہیں اور ان کا ملازمت پر کیا اثر پڑتا ہے؟	• ایک خاتون کا کہنا تھا کہ وہ پندرہ سال سے ملازمت کر رہی ہے۔شادی کے تقریباً ۳سال بعد اس کی ساس بیمار ہو گئیں جو چلنے پھرنے سے قاصر ہیں اور خود بھی کھانا نہیں کھا سکتی ۔سب سے تکلیف دہ بات کہ ان کو سننا بھی بہت اونچا ہے۔خاتون کا شوہر ملازمت بھی کرتا ہے۔ساس کی وجہ وہ ہر وقت پریشانی میں رہتی ہے اور کبھی ملازمت سے چھٹیاں لیتی ہے۔ کبھی کوئی خادمہ رکھتی ہے لیکن خادمہ بھی زیادہ دیر ٹکتی نہیں ہے اس پریشانی کی وجہ سے وہ ہر تناؤ کا شکار رہتی ہے۔(د۔م،فیصل آباد)۷۰فی صد • اسی طرح ایک اور خاتون نے بتایا جس کے شوہر کی پھپھو جو کہ طلاق کے بعد ان کے ساتھ ہی رہتی تھیں بیمار ہو گئیں اور گھر میں کوئی بھی متبادل نہیں ہے جو اس کی دیکھ بھال کر سکے ۔اس کا شوہر بھی اپنے کام پر چلا جاتا ہے ۔بچے بھی چھوٹے ہیں جو سکول چلے جاتے ہیں ۔وہ سرکاری ملازمت کرتی ہے ۔اور بیمار خاتون کو گھر میں چھوڑا بھی نہیں جاسکتا۔اگر کسی دوسرے رشتہ دار کو گھر میں لاتے ہیں تو ہر کوئی ہفتہ دس دن سے زیادہ نہیں رہت۔اکیلی خادمہ پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا اور وہ بار بار چھٹی لے کر تنگ آچکی ہے۔دفتر سے بھی چھٹیوں کی وجہ سے اسے باتیں سننا پڑتی ہیں جس کی وجہ سے وہ شدید دباؤ اور پریشانی کا شکار ہے۔(ھ۔م،فیصل آباد۵۰فی صد

یہ مرحلہ ایک گھریلو خاتون تو شاید کسی حد تک برداشت کر لیتی ہے لیکن ملازمت پیشہ خاتون کے لیے یہ بہت ہی تکلیف دہ مرحلہ ہے۔کیونکہ وہ نارمل حالات میں تو گھر کا انتظام چلاتی رہتی ہے۔لیکن جب اس طرح کی کوئی صورت حال پیدا ہوتی ہے تو وہ شدید پریشانی اور مسائل کے شکنجے میں آجاتی ہے۔اس کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی ملازمت کو ج وقت دے یا گھر میں بیمار فرد کو وقت دے۔اور اگر گھر میں کوئی دائمی مریض ہو تو یہ

اس کے لیے بہت ہی مشکل اور ذمہ داریوں سے بھرپور مرحلہ ہوتا ہے۔ اس صورتِ حال میں حسن معاشرت کا تقاضا ہے کہ عورت پر کام اس کی وسعت سے زیادہ نہ ڈالا جائے۔ اگر ذمہ داریاں زیادہ ہوں تو خود یا خادم کے ذریعے مدد کی جائے۔ اور عورت بھی یہ کام اجر و ثواب میں اضافے کی نیت سے کرے۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سامنے رکھنا چاہیے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾[۱]

"اللہ کسی جان پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا"

خاتون کو چاہیئے کہ جس حد تک وہ بیمار عزیزوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کر سکتی ہو ضرور کرے۔ اور یہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے نیک عمل کو ضائع نہیں کرتا، جیسا کہ اللہ کا وعدہ ہے:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾[۲]

"وہ پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا"

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی یہ ارشاد بھی اسی معنیٰ کی تائید کرتا ہے:

﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى﴾[۳]

" پس ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کرلی کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، خواہ مرد ہو یا عورت"

الغرض شوہر اور دیگر اقرباء کو بھی چاہیئے کہ اگر عورت معاشی طور پر بھی گھر چلانے میں مدد کر رہی ہے تو گھریلو ذمہ داریوں میں اس کا ہاتھ بٹائیں اس کی دلجوئی کریں تاکہ وہ تناؤ پریشانی سے بچی رہے۔

۳۔ معاشی مفلسی اور خاندانی رویے:

پاکستان میں زیادہ طبقہ معاشی مفلسی میں زندگی گزار رہا ہے جس کے سدباب کے لیے عورتیں بھی مردوں کے شانہ بشانہ ہر ادارے میں کام کرتی نظر آرہی ہیں۔ حصول معاش کے طریقوں اور تقسیم معاش کے بڑھتے تفاوت نے

---

(۱) البقرۃ ۰۲: ۲۸۶

(۲) الزلزلۃ ۹۹: ۰۷

(۳) آل عمران ۰۳: ۱۹۵

غربت میں اضافہ اور مسائل کی کثرت کو جنم دیا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ غربت کے اضافے کی بڑی وجہ مادیت پرستی بھی ہے۔ تاہم عمومی طور پر معیشت کا کمزور ہونا عورتوں کی بھی ملازمت کا ایک سبب ہے۔ جس میں خواتین کو بہت حد تک مجبور بھی کیا جاتا ہے اور بسا اوقات وہ خود بھی معیشت کو بہتر کرنے کی غرض سے کام کرتی ہے لیکن گھریلو ذمہ داریاں صحیح ادا نہیں کرپاتی جس کی وجہ سے گھر میں اکثر تناؤ اور حالات خراب رہتے ہیں۔ معاشی طور پر خوشحالی ہر دفعہ سکون کا باعث نہیں ہوتی بعض دفعہ رویوں میں تبدیلی کی وجہ سے رشتوں میں دوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ انسان معاشی طور پر مضبوط ہو جاتا ہے لیکن اس کے رشتے کمزور پڑ جاتے ہیں۔

معاش کی غرض سے باہر جانے پر خاندان کا عمومی برتاؤ	
جب آپ معاش کی کسب میں گھر سے نکلتی ہیں تو اس وقت خاوند یا باقی اقرباء کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟	محکمہ صحت کی ایک خاتون جو کہ LHV کے طور پر کام کر رہی تھی اس نے بتایا کہ اس کے شوہر کی اتنی آمدنی نہیں تھی کہ اس کا اور اس کے بچوں کا گزارا ہو سکے۔ ہر ماہ ہفتہ دس دن پہلے ہی گھر سے تمام پیسے ختم ہو جاتے۔ چنانچہ قرض لیتے جو کہ واپس دینے میں بہت مشکل ہوتی۔ ان کی زندگی فاقوں تک جا پہنچی تھی۔ پھر اس نے اپنے شوہر کے مشورہ سے ملازمت کی جس کی وجہ سے ان کے حالات قدرے بہتر ہو گئے۔ لیکن اس پر معاشی اور گھریلو دونوں ذمہ داریاں تھیں۔ جن کی وجہ سے وہ ذہنی طور پر ہر وقت دباؤ کا شکار رہتی تھی اور اب دونوں میاں بیوی کے درمیان ناچاقی رہتی ہے۔ (ک۔ل، فیصل آباد) ۸۰ فی صد

محمد معاویہ ہارون اس بارے لکھتے ہیں:

> "عمومی تصور یہی ہے کہ ازدواجی تعلقات متاثر کرنے میں آج کل سب سے بڑا ہاتھ پیسوں کا ہے چھوٹے چھوٹے اخراجات پر بڑی بڑی لڑائیاں ہو جانا تقریباً ہر گھر کا معمول ہے کم آمدنی میں گزارا کرنے والوں کا تو خیر ذکر ہی کیا نسبتاً اچھی آمدنی رکھنے والے افراد بھی اس سے محفوظ نہیں رہے ایسے بہت سے لوگ ہیں جو مالی دباؤ سے پیدا ہونے والے جذباتی دباؤ کے بے بس شکار ہوتے ہیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی گھر والوں سے ایسے جھگڑے کر بیٹھتے ہیں جن کی بنیاد صرف اور صرف مالی مسائل پر رکھی گئی ہوتی ہے پیسے پر

جھگڑا کر کے اگر چہ وہ اپنی جگہ شرمندہ بھی ہوتے ہیں لیکن جذباتی طور پر وہ اتنے کمزور ہو چکے ہوتے ہیں کہ کوئی ہلکی سے چوٹ برداشت کرنا بھی ان کے لیے ممکن نہیں رہتا" [۱]

اسلامی معاشرے میں لوگوں کو دنیا کی حرص وحوس سے بچانے اور مادیت زدہ ہونے سے بچانے کے لیے دنیا کی زندگی کو دھوکہ اور کھیل تماشا قرار دیا ہے اور اصل زندگی آخرت کو قرار دیا ہے۔ جس میں نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی دوڑ کی طرف متوجہ کیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ [۲]

" اور یہ دنیوی زندگی ماسوائے کھیل و کود اور تماشے کے کچھ نہیں اور بلاشبہ آخرت کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے اگر وہ (لوگ) جانتے ہوتے"

اسی طرح غیر ضروری مال کی لالچ و طمع اور خواہشات کا بندہ بننے سے منع فرمایا گیا ہے اور اسے فریب و دھوکہ قرار دیا ہے:

﴿وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾ [۳]

ایک اور آیت مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ﴾ [۴]

"ہم نے دنیا کی زندگی میں ان کے درمیان کی معیشت تقسیم کی ہے اور ان میں سے کچھ کو دیگر پر درجوں میں بلند کیا ہے تاکہ ان میں سے کچھ لوگ دوسروں لوگوں سے کام لیں اور تیرے رب کی رحمت) تو اس مال و دولت سے بھی بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کرتے ہیں"

اسلام کا پیش کردہ معاشی نظام گردش دولت کا نظام قائم کرتا ہے۔ اس نظام کے مطابق معاشی معاملات کو چلایا جائے تو ایسی غربت و افلاس کا تصور نہیں ملتا جس کے نتیجے میں عورت کو ملازمت کی ضرورت پڑے اور اس کے نتیجے

---

(۱) محمد معاویہ ہارون، مولانا، ازدواجی زندگی کی مشکلات اور ان کا حل، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۱۸۱

(۲) العنکبوت ۲۹: ۶۴

(۳) آلِ عمران ۰۳: ۱۸۵

(۴) الزخرف ۴۳: ۳۲

میں مسائل کا سامنا ہو۔اس کے باوجود اگر تنگ دستی اور مالی مشکلات ہیں یا ملازمت کے باوجود عورت کو مسائل کا سامنا ہے تو رسول اللہ ﷺ کی ان بشارتوں کو نگاہ میں رکھنا چاہیے جو تنگدست اور فقیر کے لیے آپؐ نے ارشاد فرمائی ہیں۔

مبحث سوم: محکمانہ یا ملازمت کے مقامات پر پیدا ہونے والے مسائل

اسلام نے معاش جیسے فریضہ کو مردوں کے ذمہ تفویض کیا ہے اور عورت کو اس سے بری الذمہ ٹھہرایا ہے۔ لیکن اس کا ہرگز مطلب نہیں کہ اسلام خواتین کے ملازمت کرنے یا معاشی جدوجہد میں حصہ لینے پر کوئی پابندی لگاتا ہے۔اسلام نہ صرف خواتین کو اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ ان کی اس اضافی جدوجہد کو مستحسن ٹھہراتا ہے۔خواتین کی کارکردگی، حسن عمل اور اس کی اعلیٰ خدمات کو ہر دور اور عہد میں سراہا جاتا رہا ہے آغاز آدمیت سے عہد حاضر تک زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں اس کی عظیم کارکردگی کو سراہا نہ گیا ہو۔اس حوالے سے وارث میر لکھتے ہیں:

"آپ موجودہ زمانۂ تاریخ کا کوئی سا ورق اُلٹ کر دیکھیں کہ عورت کہاں نہیں ہے ؟ مریضوں کو پانی پلانا، مرہم پٹی کرنا، مقتولین کو ٹھکانے لگانا، سامان حرب کی بہم رسائی، فوج کی ہمت افزائی، خورد و نوش کا انتظام کرنا اور اس قسم کی ناگریز احتیاجات کو پورا کرنا سب خواتین کے کارہائے نمایاں ہیں۔" (۱)

احمد عثمانی اس بارے میں لکھتے ہیں:

"ایسا کوئی میدان نہیں ہے جس میں مرد حصہ لے سکتے ہوں اور عورت کیلئے اس میں عملی حصہ لینا ممنوع ہو شہادت، تعلیم و تربیت، عبادات، انفرادی، واجتماعی عبادت عملی جدوجہد ، عسکری جد وجہد سربراہی خانہ ، مشاورت ، تنقید و حساب ، ذمہ درانی مناسب سنبھالنا، قاضی اور جج بننا، امامت صغریٰ اور سیاسی جدجہد وغیرہ۔"(۲)

خواتین تقریباً زندگی کے تمام شعبوں میں اپنے کارہائے نمایاں نہایت اعلیٰ اور مستحسن انداز میں سرانجام دے رہی ہیں تاہم اس کے ساتھ ساتھ ان کے لیے مسائل بھی موجود ہیں۔ اس حوالے سے درج ذیل شعبہ جات میں

(۱) پروفیسر وارث میر، کیا عورت آدھی ہے ؟، نگارشات، لاہور (میاں چیمبرز ۳/ ٹیمپل روڈ)، طبع دوم، ۱۹۸۹ء، ص ۱۰۲

(۲) احمد عثمانی، فقہ القرآن، ادارہ فکر اسلامی، کراچی، طبع انداز اول، ۱۹۸۲ء، ج ۲، ص ۶۲۳

خواتین کو بالعموم مسائل کا زیادہ سامنا ہے۔ اس کی تفصیل اور مسائل کی نوعیت بارے سروے کیا گیا تو تقریباً اکثریت کے مسائل یکساں نوعیت کے تھے۔

۱۔ شعبۂ تعلیم و تدریس اور خواتین کے مسائل:

صدر اسلام سے ہی خواتین نے سب سے زیادہ اس شعبہ ہائے زندگی پر توجہ دی اور یہ انسان کا بنیادی مقصد حیات بھی ہے اور عورت کا فرض اوّلین بھی۔ خصوصاً بحیثیت مسلمان یہی وہ مقدس فریضہ تھا جس سے انسان کی بہترین تربیت ہو سکتی تھی۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر آپ ﷺ نے فرمایا:

''طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم ''(۱)

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔''

عہد رسالت سے ہی آپؐ نے خواتین کی تعلیم تربیت پر خصوصی توجہ دی آپؐ نے اس سلسلہ میں ان کو تعلیم دینے کے لیے ایک دن مقرر کر دیا تھا۔ جس میں صرف خواتین کو تعلیم دی جاتی تھی اس سلسلہ میں حضرت ابو سعیدؓ حذری کی درج ذیل روایت بہت عظیم دلیل ہے کہ:

''قالت النساء للنبی ﷺ غلب علیک الرجال ، فاجعل لنا یو ما من نفسک فوعدھن یوما یقیھن فیه فو عظھن وأمرھن بالخیر'' (۲)

''خواتین نے آپؐ سے عرض کیا آپؐ کے پاس ہمیشہ مردوں کا ہجوم لگا رہتا ہے لہذا آپؐ ہمارے لیے الگ ایک دن مقرر کر دیجئے چنانچہ آپؐ ایک دن متعین کر کے ان کے پاس تشریف لے گئے اور وعظ و نصیحت فرمائی اور انہیں نیک کاموں کا حکم دیا''

اس وقت خواتین اساتذہ کی کثیر تعداد ہمارے وطن عزیز کی نسل نو کو زیور تعلیم سے آراستہ کر رہی ہے۔ مذہبی و قانونی اور عالمی سطح پر یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ کسب معاشِ میں شعبہ تعلیم و تدریس بلکہ ہر شعبہ زندگی میں جنسی تمیز و تفریق کا کوئی وجود قابل برداشت نہیں۔ نیز تمام مرد اور خواتین کو میرٹ کی بنیاد پر مساوی اور برابری کے

---

(۱) ابن ماجہ، محمد بن یزید، **السنن**، دار الرسالۃ العالمیۃ، بیروت، ۲۰۰۹ء، ابواب السنۃ، باب فضل العلماء، ح:۲۲۴

(۲) بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح، مکتبہ دار السلام، الریاض، ۱۹۹۹ء کتاب العلم، باب من یجعل للنساء، یوم جدۃ فی العلم، رقم الحدیث: ۱۰۱

حقوق حاصل ہیں اور محض جنس کی بنیاد پر کسی سے اس کا یہ حق نہیں چھینا جا سکتا۔ لیکن یہ صورت کافی افسوسناک ہے کہ یہاں بھی ہماری خواتین کو متعدد مسائل کا سامنا ہے۔ جن میں نفسیاتی طور پر ابھی بھی بہت سے مرد حضرات خواتین کو کمزور اور کم عقل سمجھتے ہیں اور ان کو مساوی حقوق ادا کرنے سے کتراتے ہیں۔ جب خواتین کو ان کا جائز حق اور مقام نہیں ملتا تو وہ مایوس ہو جاتی ہیں۔ اس طرح انہیں ان کی محنت کے بالمقابل جائز اور مناسب اجرت، صلہ اور معاوضہ نہیں ملتا اس سے بھی معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ تاہم جو ملازمت کر رہی ہیں ان کے لیے یہ مسئلہ ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو درست ادا کرنے کے باوجود غیر ضروری ڈیمانڈز کو ادا کرنے پر مجبور کی جاتی ہیں۔ اس کی مزید تفصیل ذیلی سروے کے کالم میں بیان کی جائے گی۔

مختلف تعلیمی اداروں میں ملازمت پیشہ خواتین	
شعبہ تعلیم میں ملازمت کرتے ہوئے جن مسائل کا سامنا ہے، ان کی نوعیت کیا ہے؟	• ایک خاتون نے بتایا کہ اکثر اوقات اسے اپنے ہیڈ کی خوشامد نہ کرنے کی بنا پر اضافی ڈیوٹیاں سونپ دی جاتی ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس جو خواتین یا مرد حضرات بوس کی خوشامد یا چاپلوسی کرتے ہیں انہیں ڈیوٹی کم دی جاتی ہے اور فائدے زیادہ دیئے جاتے ہیں۔ (م۔ن، فیصل آباد) ۳۹فی صد • اسی طرح شعبہ تعلیم سے وابستہ ایک اور خاتون نے بتایا کہ کوئی بھی عہدہ دیتے وقت ہمارے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔ ہمارے مقابلے میں مردوں کو جو کہ ہمارے جونیئر ہیں ہمارے اوپر مسلط کر دیا جاتا ہے صرف یہ سوچ کر کہ خواتین یہ ذمہ داری احسن طریقہ سے نہیں نبھا سکتیں۔ (م۔ک، فیصل آباد) ۱۷فی صد • ایک خاتون نے بتایا کہ اگر خواتین اچھا کام کرتی ہیں اور انہیں محکمہ کی طرف سے کوئی اضافی فائدہ مل جائے تو مرد سٹاف حسد کرتا ہے۔ طنز و طعنہ سے کام لیتے ہیں ۔(خ۔م، فیصل آباد) اسی نوع کی ایک استانی نے بتایا کہ سلیکشن کے وقت بھی مردوں کو سفارش کی بنا پر میرٹ کے بغیر ہم پر ترجیح دی جاتی ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں جہاں ہر شعبہ میں خواتین شامل ہو رہی ہیں پھر بھی انہیں امتیازی سلوک کی زد میں آنا پڑ رہا ہے۔ (م۔س، فیصل آباد) ۱۴فی صد • ایک ٹیچر نے بتایا کہ جو کہ ہائر سکینڈری میں ملازمت کر رہی ہیں کہ آپس میں گریڈ کمپلیکس بہت زیادہ عام ہے۔ ہائی حصہ کی ٹیچر پرائمری یا مڈل ٹیچر کو حقیر سمجھتی ہیں

اور بعض دفعہ تو بات تک کرنا گوارا نہیں کرتیں۔ اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ محکمہ تعلیم جو ظاہری طور پر عورتوں کے لیے بہت اچھا تصور کیا جاتا ہے کہ اس میں کوئی خامی نہیں ہے اس میں بھی عورتوں کے ساتھ امتیازی رویے برتے جاتے ہیں۔ جبکہ اسلام دین فطرت ہے اس میں خواتین کو برابری کے حقوق کی تلقین کی گئی ہے۔ اگر ہم اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل پیرا ہوں تو تمام مسائل ختم ہو جائیں گے۔ (ح۔م، فیصل آباد) ۸۰ فی صد	

۲۔ نرسنگ میں خواتین کا مسائل:

نرسنگ ایک قدیم شعبہ خدمت ہے۔ جس کو خصوصی طور پر خواتین کے ساتھ ہی منسلک سمجھتا جاتا ہے۔ عہد حاضر میں اس شعبہ کو بھی خصوصی اہمیت حاصل ہے اور خواتین کی ایک کثیر تعداد اس پیشہ سے وابستہ ہے۔ اگرچہ اس شعبہ کو ماضی سے ہی شعبہ خدمت کہا اور مانا جاتا ہے اور اس کام کو بہت بڑی عبادت سمجھا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اس شعبہ میں کام کرنے والی خواتین کو ہمارے معاشرے میں نہایت مستحسن نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا حالانکہ اس کی کوئی بہت معقول وجہ بھی نظر نہیں آتی۔ لیکن پھر بھی عمومی طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ زیادہ معزز گھرانوں کے لوگ اپنی بہو بیٹیوں کو اس شعبہ میں آنے اور اسے اپنانے کی اجازت نہیں دیتے۔ اس کی وجہ یہاں بدنامی خوف اور سینئرز اور محکمانہ آفیسرز کی طرف بلیک میلنگ قرار دی جاتی ہے۔

اس حوالے سے روزنامہ "پاکستان" کے ایک سروے کی یہ رپورٹ ہے:

> "اکثر لوگ نرسوں کے بارے میں منفی سوچ اور ناپسندیدہ رویہ رکھتے ہیں حالانکہ یہ ایک مشکل فریضہ اور سخت محنت طلب کام ہے جو اگر ایمانداری اور خوش اسلوبی سے انجام دیا جائے تو عبادت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے کیونکہ اس شعبہ میں بیمار، مجبور، معذور، اور اپاہج افراد کی خدمت کی جاتی ہے اور ایسے افراد کو دوبارہ زندگی کی طرف لایا جاتا ہے جو زندگی سے مایوس ہو چکے ہوتے ہیں اور قدیم و جدید سبھی ادوار میں یہ نہایت اعلیٰ خدمت زیادہ تر خواتین ہی سر انجام دیتی ہیں"[۱]

نرسنگ میں پیش آنے والے مسائل

(۱) روزنامہ پاکستان، لاہور، ۲۰ نومبر ۲۰۰۹ء

شعبہ نرسنگ میں لوگوں کا عمومی نظریہ خاص متاثر کن نہیں ہے، آپ کے مسائل کیا ہیں؟	فیصل آباد کے سرکاری ہسپتال میں کام کرنے والی نرس نے بتایا کہ لوگ بعض دفعہ انہیں بہت کم تر خیال کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ حقیرانہ سلوک کرتے ہیں۔ انہیں اکثر اوقات مرد مریضوں یا ڈاکٹرز کی طرف سے نفسیاتی ہراسمنٹ کا بھی سامنا رہتا ہے، نیز ان کی ملازمت کی ٹائمنگ بھی بہت زیادہ ہے۔ اس شعبہ سے منسلک اکثر لڑکیوں کے رشتے ملنے میں دشواری ہوتی۔ مقدس پیشے کے باوجود انہیں بے شمار مسائل کا سامنا ہے۔ (ک۔م، فیصل آباد) ۴۳فی صد

نرسوں کا کام ہر روز دن رات ایسے ہی بیمار اور معذور افراد کی خدمت کرنا ہے اور اسی روزمرّہ روٹین کی بنا پر بعض اوقات ان کے رویے اور مزاج میں تلخی بھی آجاتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک بہت تلخ حقیقت ہے کہ مسلسل بیمار اور اپاہج و معذور افراد کو سنبھالنا بہر حال ایک انتہائی مشکل، صبر آزما اور دقت آمیز کام ہے۔ چنانچہ ہمیں بھی ان کا احساس ہونا چاہیے۔ دیگر شعبہ جات کی نسبت اس شعبہ میں زیادہ ہمت، حوصلے اور تحمل و برداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ نرسوں کو بھی اپنے اندر مزید حوصلہ اور برداشت پیدا کرنی چاہیئے۔ نیز حکومتی سطح پر بھی ایسے اقدامات ہونے چاہیں کہ ایک طرف مردانہ ہسپتالوں میں مرد حضرات کو تعینات کیا جائے اور دوسرا خواتین کے کام کا دورانیہ بھی نسبتاً کم ہونا چاہیئے۔

۳۔ محکمہ پولیس میں خواتین کو پیش آمدہ مسائل:

پولیس کا شعبہ اگرچہ خواتین کے لیے نیا ہے مگر پھر بھی خواتین کی ایک کثیر تعداد اس شعبہ سے منسلک ہو کر اپنی خدمات سر انجام دے رہی ہیں۔ مجرم خواتین کی گرفتاری، انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا، ان کی تلاشی وغیرہ لینا، ان کے لیے خوراک وغیرہ کا انتظام کرنا اور خواتین کی جیل اور حوالات کی صفائی اور نگرانی، ان کو بنیادی ضروریات کی فراہمی اور ان کو صحت کی بنیادی سہولیات کی فراہمی یہ وہ بنیادی کام ہیں جنہیں خاتون پولیس آفیسرز نہایت تندہی اور محنت سے سرانجام دیتی ہیں۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح اس شعبہ میں میرٹ کی بنیاد پر صرف اہل اور محنتی خواتین کو تعینات کیا جائے۔ اور ان کی اہلیت اور قابلیت کے مطابق انھیں مناسب ترقیاں و تنخواہوں دی جائیں۔ ہمارے معاشرے میں نرسنگ کی طرح خواتین پولیس کو بھی اچھا نہیں سمجھا جاتا انھیں معاشرے میں وہ مقام نہیں دیا جاتا جو ان کا اصل حق ہے اور سروے کے دوران بہت سے مسائل سامنے آئے جن کا خواتین پولیس ہر روز سامنا کر رہی ہیں۔

محکمہ پولیس میں کام کرنے والی خواتین سے مسائل کی بابت سروے

محکمہ میں کام کرتے ہوئے کن کن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ، اور اس کے حل پر کوئی رائے ؟	• ایک خاتون پولیس آفیسر نے بتایا کہ اس کی منگنی کو تین سال ہو گئے ہیں لیکن اس کی شادی رکی ہوئی ہے ۔ کیونکہ اس کے منگیتر اور سسرال والوں کی طرف سے مسلسل یہ شرط عائد کی جارہی ہے کہ لڑکی پولیس کی ملازمت چھوڑے گی تو شادی ہو گی۔ وہ ابھی تک اسی کشمکش میں کنواری بیٹھی ہوئی ہے کہ ملازمت چھوڑدے یا رشتہ توڑدے۔(م۔ک، فیصل آباد)۱۸ فی صد • اس کے علاوہ خواتین پولیس کے لئے سب سے بڑا مسئلہ ان کی بے وقت ڈیوٹی کا ہے ۔ جس کے لیے انھیں کبھی بھی بلالیا جاتا ہے۔ بے شک رات کا کوئی بھی پہر ہو انھیں ڈیوٹی پر بلانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ اور نہ ہی یہ خیال کیا جاتا ہے وہ اس وقت کیسے پہنچیں گی بس حکم سنادیا جاتا ہے کہ فوراً ڈیوٹی پر آئیں۔(ص۔خ، فیصل آباد) ۲۴ فی صد • ایک اور بڑا مسئلہ افسران کا خواتین اہلکاروں کے ساتھ تحقیر آمیز رویہ ہے وہ ان کی سب کے سامنے بے عزتی کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ اکثر اوقات ان کو دوران ڈیوٹی بلاوجہ تنگ کیا جاتا ہے۔ بغیر کسی ضرورت کے انہیں ڈیوٹی پر بھیج دیا جاتا ہے اور بلاوجہ ان پر رعب جھاڑا جاتا ہے۔(ر۔س، فیصل آباد)۱۲ فی صد • ایک اور بڑا مسئلہ جو خواتین پولیس کو ہے وہ آمدورفت کا ہے۔ دور دراز اور دوسرے شہروں میں اکثر انہیں ڈیوٹیوں پر مامور کیا جاتا ہے یا اپنے ہی شہروں میں دور دراز علاقوں میں ڈیوٹی لگائی جاتی ہے۔ لیکن انہیں کوئی ٹرانسپورٹ کی الگ سہولت مہیا نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے وہ پبلک ٹرانسپورٹ کا استعمال کرتی ہیں۔ اس میں ان کا وقت اور پیسہ دونوں ضائع ہوتے ہیں اور خواریاں الگ سے ہوتی ہیں۔(ا۔ن، فیصل آباف)۱۹ فی صد

خواتین پولیس کا ایک اور بڑا مسئلہ دفتروں میں یا دوران ڈیوٹی نفسیاتی ہراسمنٹ کا ہے۔اولاً ان کو فیلڈ کی بجائے دفتری کام کے لیے تعینات ہی بہت کم کیا جاتا ہے لیکن اگر وہ تعینات ہو جائیں تو ان پر مرد اہلکاروں رعب قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان سے ڈیوٹی زیادہ لی جاتی ہے لیکن سہولیات نہ ہونے کے برابر دی جاتی ہیں۔ حکومت کو چاہیئے کہ ان کے مسائل کی طرف خصوصی توجہ دے اور دور دراز سے آنے والی خواتین پولیس کو رہائشی کوارٹر فراہم کرے۔ نیز ہر سٹیشن میں انھیں ڈیوٹی پوائنٹس پر چھوڑنے اور واپس لانے کا مناسب انتظام ہو۔اسی طرح ان کی ملازمت کا دورانیہ طے شدہ ہو تاکہ بے وقت تعمیل پر پریشانی نہ اٹھانی پڑے۔ نیز ان کو وہ تمام حقوق دئے جائیں جو مرد اہلکاروں کو دیئے جاتے ہیں۔

۴۔بینکنگ کا شعبہ اور خواتین کے مسائل:

خواتین کی ایک کثیر تعداد اس شعبہ سے منسلک ہے اور اپنی محنت و لیاقت سے اعلیٰ عہدوں جن میں پبلک ریلیشنگ آفیسر، کیشیئر، ٹیلی فون آپریٹر، وغیرہ پر بھی خواتین نہایت خوش اسلوبی سے اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔لیکن دوسرے شعبوں کی طرح اس میں بھی خواتین کو بہت زیادہ مسائل کا سامنا ہے۔اس شعبہ میں جو سب بڑی مشکل یہ ہے کہ اس میں کام کا دورانیہ بہت زیادہ ہے جس کی بنا پر خواتین اپنے گھر اور خاندان کو کبھی مکمل وقت نہیں دے پاتیں جس سے ان کے گھریلو فرائض اور خاندانی ذمہ داریاں بہت متاثر ہوتے ہیں۔ بہت سی خواتین شادی کے بعد اس پیشہ کو صرف لمبے دورانیے کی وجہ سے خیر آباد کہہ دیتی ہیں۔ کیونکہ اس ملازمت کے لمبے دورانیے کی وجہ سے ان کے گھر، خاندان اور خصوصاً بچے بہت زیادہ نظر انداز ہوتے ہیں اور خاندان کا شیرازہ بکھرنے لگتا ہے۔

۵۔لیڈی ڈاکٹرز و لیڈی ہیلتھ ورکرز کے مسائل:

خواتین کے خصوصی امراض کے لیے خواتین ڈاکٹرز اور ہیلتھ ورکرز کا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ خواتین اپنے پوشیدہ امراض بآسانی اور بالتفصیل مرد ڈاکٹرز کے سامنے بیان نہیں کر پاتیں۔ چنانچہ خواتین کے لیے طب کی تعلیم و تدریس اس لیے بھی ضروری ہے کیونکہ روز اول سے خواتین کو دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ صحت کے مسائل کا بھی سامنا ہے۔اسلام کے ابتدائی دور سے ہی ہمیں بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں صحابیات اور ازواجِ مطہرات کی اکثریت اس عظیم شعبہ خدمت سے مسلک تھی۔ امن اور جنگ ہر دو طرح کے حالات میں وہ بیماریوں اور زخمیوں کی دیکھ بھال کریں، ان کا علاج و معالجہ کرتیں، ان کی مرہم پٹی کرتیں اور انہیں طبی امداد فراہم کرتیں۔

عہد حاضر میں بھی خواتین کا پسندیدہ شعبہ طب ہی ہے اور مردوں کے بالمقابل خواتین اس شعبہ زندگی میں اپنی قابلیتوں اور صلاحیتوں کے نمایاں جواہر زیادہ بھرپور انداز سے منوا رہی ہیں اوپن میرٹ اور خواتین کی مخصوص نشستوں پر خواتین کی ایک کثیر تعداد میڈیکل کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طب کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ جدید تحقیق سے یہ بات بھی منظر عام پر آئی ہے کہ خواتین فزیشنز، مرد حضرات کی نسبت زیادہ بہتر انداز میں مریضوں کی دیکھ بھال اور ان کا خیال رکھتی ہیں۔ طب کے تمام شعبہ جات میں علاج معالجہ کے ساتھ ساتھ تحقیق کے میدان میں بھی وہ بیماریوں کی تشخیص اور علاج بھی دریافت کر رہی ہیں اور اس طرح خواتین نے میڈیکل کی تعلیم کی تکمیل کے بعد اپنے ذاتی کلینک بھی کھول رکھے ہیں۔ خصوصاً مراکز زچہ وبچہ جہاں بچوں کی پیدائش سے رضاعت تک کے تمام طبی مسائل کے حل کے لیے وہ ہر دم تیار رہتی ہیں یوں اور عوام الناس کی خدمت کے ساتھ ساتھ کسب حلال بھی حاصل کر رہی ہیں۔ دیگر امراض کے ساتھ ساتھ بعض خواتین بطور ڈینٹسٹ بھی کام کر رہی ہیں اور دانتوں کے جملہ امراض کا علاج کر رہی ہیں اور رزق حلال سے اپنے اور خاندان کی بہترین کفالت کر رہی ہیں۔ اسی طرح لیڈی ہیلتھ ورکرز گھر گھر جا کر لوگوں کو حفظانِ صحت کے اصولوں سے روشناس کروا رہی ہیں۔ اور جب بھی کسی کو طبی مسئلہ ہو فوراً گھر گھر جا کر حل کرتی ہیں۔

شعبہ طب میں بھی خواتین کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے جس میں سے سب سے اہم ٹرانسپورٹ کا مسئلہ ہے۔ اس شعبہ میں ہر وقت بیمار لوگوں کے علاج کے لیے دستیاب رہنا پڑتا ہے اور اکثر اوقات دن رات ڈیوٹی کرنا پڑتی ہے۔ جس کی وجہ سے گھر سے کسی فرد کو لانے لے جانے کے لیے پابند رہنا پڑتا ہے۔ اگر حکومت سرکاری طور پر پک اینڈ ڈراپ کی سہولت دے تو یہ مسئلہ بھی حل ہو سکتا ہے۔ دوسرا مسئلہ خواتین کی ملازمت کا دورانیہ بھی مردوں کے دورانیہ کے برابر ہے۔ جبکہ خواتین کو مردوں کے مقابلے میں گھر اور بچوں کی ذمہ داری بھی پوری کرنا ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کی ڈیوٹی کے اوقات مردوں سے کم ہونے چاہییں یا کم از کم ان کو تسلسل سے ایک ہی وقت میں یہ ذمہ داری ادا کرنے کو کہا جائے۔

۶۔ خواتین ججز اور وکیل کے مسائل:

موجودہ دور خواتین کے لیے اہم اور سود مند پیشہ وکالت بھی ہے۔ بے شمار خواتین اس شعبہ میں بطور ججز اور وکلاء اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ دور حاضر میں جبکہ خواتین کی تعداد ہمارے ملک میں نصف سے تجاوز کر گئی ہے تو ایسی صورت حال میں خواتین کے مسائل اور جھگڑوں کے حل کے لیے لازم ہے ان کے کیس خواتین وکلاء ہی لڑیں اور خاتون ججز کے سامنے پیش ہوں اور وہی ان کے فیصلے سنائیں کیونکہ وہ ہم جنس خواتین کی وکالت زیادہ اچھے،

مناسب اور مؤثر انداز میں کر سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ باپردہ خواتین بھی یہ کام نہایت سہولت اور آسانی سے کر سکتی ہیں۔

باقی تمام شعبوں کی طرح خواتین کو اس میدان میں بھی متعدد مسائل کا سامنا ہے۔ جن میں خاص طور پر یہ مسئلہ ہے کہ بہت سال ہندو معاشرے کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ابھی تک ہمارے مرد حضرات ذہنی طور پر انہی کی معاشرت اور طرز زندگی اپنائے ہوئے ہیں۔ ابھی تک ان کی مردانگی اور انا اس بات کو گوارہ کرنے کو تیار نہیں کہ کوئی عورت ان کے مقابل کھڑی ہو اور بحث و تمحیص بھی کرے اور پھر ان سے جیت بھی جائے۔ مرد یہ فوقیت کبھی برداشت نہیں کر پاتے اور پھر اس کے اظہار کے لیے وہ بعض اوقات دلوں میں بغض اور کینہ رکھتے ہوئے دشمنی پر اتر آتے ہیں۔ انھی وجوہات کی بنا پر بہت سے گھرانوں میں خواتین کو اس میدان میں آنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ یوں بھرپور صلاحتیں ہونے کے باوجود بہت سی خواتین کو ان کے اظہار کے مواقع میسر نہیں آتے۔

۷۔ دفاعی شعبہ جات میں خواتین کے مسائل:

یہ شعبہ ظاہری طور پر صرف مرد حضرات کے لیے موزوں معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں بھی خواتین مختلف انداز سے خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ عہد حاضر میں خواتین افواج پاکستان اور اس سے متعلقہ دیگر شعبہ جات کا باقاعدہ حصّہ ہیں۔ ہماری تینوں بڑی افواج (جن میں برّی، بحری اور فضائی افواج شامل ہیں) میں اب خواتین شامل ہیں اور افواج کی خدمات کے ساتھ ساتھ دیگر شعبہ جات جن میں تعلیم و تدریس، طلب، انجنیرنگ، اور پائیلٹ آفیسرز جیسے اہم ترین فرائض خواتین سرانجام دے رہی ہیں ۔ یوں خواتین اس شعبہ میں بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا رہی ہیں۔ دفاعی شعبہ میں خواتین جن مسائل کا شکار ہیں ان میں سب سے اہم مسئلہ ملازمت کے لیے گھر سے مستقلاً دور کسی چھاؤنی وغیرہ میں رہائش پذیر ہونا ہے۔ دوم اس شعبہ میں خواتین پر کم اعتماد کیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ بڑی ذمہ داری نہیں نبھا سکتیں۔ اس لیے ان کو ترقیاں کم دی جاتی ہیں نیز دیگر تمام شعبوں کی طرح نفسیاتی ہراسمنٹ کا مسئلہ بھی پایا جاتا ہے۔

۸۔ خواتین صحافی اور ان کے مسائل:

دور حاضر میں دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح صحافت کے میدان میں بھی خواتین اپنی لیاقت اور قابلیت کا بھرپور اظہار کر رہی ہیں۔ اخبار، ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ اور غرض یہ کہ تمام میڈیا میں خواتین نہایت لگن اور محنت سے مصروف عمل ہیں۔ اخبارات اور ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ، میں بطور صحافی تحریر اور تقریر دونوں صورتوں میں ملکی اصلاح و فلاح کے ساتھ وہ باعزت روزگار بھی حاصل کر رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ خبریں پڑھنا، اسلامی و معلوماتی

پروگرام پیش کرنا، اسی طرح میڈیا کے دیگر شعبہ جات جیسے پروگرام کی ایڈیٹنگ اور ریکارڈنگ وغیرہ میں بھی خواتین اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔ اگرچہ یہ کسی حد تک اسلامی تعلیمات کے منافی معلوم ہوتا ہے لیکن پردہ اور اس کے تقدس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اور اپنی حیاء عصمت اور عزت کی حفاظت کے ساتھ خواتین اس شعبہ میں باعزت روزگار حاصل کر سکتی ہیں اور کر رہی ہیں۔ لیکن مقابلے کے اس دور میں خواتین کے لیے سینئرز کی طرف سے زیادہ کام کا دباؤ، آوٹ ڈور ورک، دن رات کا امتیاز کیے بناء خبروں کی تصدیق وطلب کے لیے ڈیوٹی دینا اور اکثر اوقات صحافت میں بھی دشمنوں کا پیدا ہو جانا عام مسائل ہیں۔

۹۔ تجارت میں خواتین کے مسائل:

جن خواتین نے چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاروبار اپنا رکھے ہوئے ہیں اور ضروریات زندگی کی تقریباً تمام اشیا کے مراکز جیسے اشیائے خوردونوش، ریڈی میڈ کپڑوں کے بوتیک اور دیگر سٹور وغیرہ بنا رکھے ہوئے ہیں، ان کے لیے مسائل تجارتی نوعیت کے ہیں۔ مثال کے طور پر خواتین کے پاس سرمایہ اتنا نہیں ہوتا ہے کہ وہ کوئی کام شروع کر سکیں اور اگر سرمایہ ہو بھی تو گھر والوں کی سپورٹ بہت کم ملتی ہے۔ لوگ تجارت پیشہ خواتین کے ساتھ کاروبار کرنے سے زیادہ تر لوگ کتراتے ہیں کہ شاید یہ کامیاب نہ ہو سکیں۔ اسی طرح میل جول کے دوران مردوں کے نفسیاتی حربوں کا تو عام سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۱۰۔ خواتین سیاست دانوں کے مسائل:

عصرِ حاضر میں خواتین کی ایک کثیر تعداد عوامی نمائندگان کی حیثیت سے ان کی آواز بن کر ان کے مسائل کو اعلیٰ سطح تک پہنچاتی ہیں۔ آغاز اسلام سے ہی خواتین نے سیاست کے شعبہ میں مرد حضرات کی مدد و معاونت کی۔ مختلف سیاسی امور و مسائل کے حل کے لیے نہایت اہم مشوروں اور حتمی رائے پیش کرتیں رہی ہیں۔ مثال کے طور پر صلح حدیبیہ کے مواقع پر حضرت امِ سلمیٰؓ نے حدیبیہ کے موقع پر آپؐ کو نہایت قیمتی مشورہ دیا جو صحیح البخاری میں بایں الفاظ موجود ہے:

> " رسول اللہؐ نے صحابہ سے فرمایا! اٹھو، جانوروں کو قربان کرو اور سر کے بال منڈوا دو۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! کوئی بھی نہ اٹھا حتی کہ آپؐ نے تین بار فرمایا۔ جب کوئی بھی نہ اٹھا تو آپؐ امِ سلمیٰؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے لوگوں کے طرز عمل کا ذکر فرمایا۔ امِ سلمیٰؓ نے عرض کیا یا نبی اللہؐ کیا آپؐ اسے پسند فرماتے ہیں؟ آپؐ تشریف لے جائیں کسی سے کوئی بات نہ کریں حتی کہ اپنے اونٹ کو نحر کر دیں اور

صحابہ کو بلا کر اپنے بال منڈوادیں آپؐ باہر تشریف لے گئے، صحابہؓ میں سے کسی سے
کوئی بات نہ کی حتی کہ یہ سارے کام سر انجام دیئے، اونٹ کو نحر کر دیا، صحابہ کو بلوا کر
بال منڈوا دیئے جب لوگوں نے دیکھا تو وہ بھی فوراً کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنے
اونٹوں کو نحر کر دیا اور پھر ایک دوسرے کے سروں کو مونڈنے لگے"(۱)

خواتین ریاست کے معاملات میں گہری دلچسپی رکھتی ہیں اور اس کی اصلاح و ترقی کیلئے عملاً اقدامات میں بھی حصّہ لے رہی ہیں۔ وطن عزیز پاکستان میں خواتین کی کثیر تعداد بلدیاتی صوبائی اور قومی اسمبلی کے انتخابات میں حصّہ لیتی ہیں اور خواتین کی مخصوص نشستوں کے علاوہ اوپن بھی الیکشن میں حصّہ لے کر اور بطور ممبران قومی و صوبائی اسمبلی اپنے فرائض سر انجام دے رہی ہیں۔ خواتین میں بھی نہایت قابل سیاست دان ہیں جو کہ وزیر اعظم، اسپیکر، ڈپٹی اسپیکر اور وزراء اعلی اور دیگر وزراسمیت تمام اعلیٰ ریاستی عہدوں پر تعینات ہو کر اپنے جواہر کا لوہا منوا چکی ہیں۔ ان کے مسائل میں سب سے بڑا مرد سیاست دان ہیں جو ان آگے آنے سے روکنے کیلئے مختلف قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ نتیجتاً خواتین موثر انداز سے اپنا فرض ادا کرنے میں پریشانی محسوس کرتی ہیں۔

۱۱۔ انجینئرنگ اور ٹیکسٹائل میں خواتین کے مسائل:

آج کے ترقی یافتہ دور میں خواتین کی ایک کثیر تعداد بحیثیت انجینئرز اور تکنیکی ماہرین کے اپنی اعلیٰ خدمات سر انجام دے رہی ہیں۔

وہ سوفٹ وئیر انجینئرز، الیکٹریکل، مکینیکل، اور سول انجینئرنگ سمیت اس سے متعلق تمام شعبہ جات میں اپنے کارہائے نمایاں سر انجام دے رہی ہیں اور بعض شعبوں میں تو مردوں سے بھی آگے نکل گئی ہیں۔ اسی طرح شعبہ ٹیکسٹائل میں خواتین بہت زیادہ تعداد میں اپنی خدمات سر انجام دے رہی ہیں۔ فیصل آباد کی خواتین کی اکثریت خواتین مختلف ملوں اور فیکٹریوں میں مختلف حیثیتوں سے اپنی قابلیت کا لوہا منوا رہی ہیں۔ نیز تیار شدہ کپڑوں وغیرہ پر اپنی خدمات سر انجام دے کر معقول آمدن حاصل کر رہی ہیں۔ یہاں ان کے مسائل، جن کا سامنا خواتین کو ہے ان میں خواتین ورکرز کا بسا اوقات کم پڑھا لکھا ہونا ہے۔ اسی طرح خواتین ملوں اور فیکٹریوں میں جس قدر کام کر رہی ہیں اس کی نسبت معاوضہ بہت کم دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ افسرانِ بالا کی طرف سے نفسیاتی ہراسمنٹ بہت عام

---

(۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب الشروط، باب: الشروط فی الجھاد والمصالحۃ مع اہل العرب وکتابۃ الشروط، رقم الحدیث: ۲۸۳۱

ہے۔ ایک اندازے کے مطابق سال ۲۰۱۷ء میں تقریباً ۲۱۹ ۲ کیسز سامنے آئے ہیں۔ مختلف حیلوں بہانوں سے تنخواہوں کی کٹوتی یہاں عام ہے اور سالانہ تنخواہ میں اضافہ کی شرح نہ ہونے کے برابر ہے۔

۱۳۔ شعبہ آرائش وزیبائش میں مسائل:

خواتین میں یہ شعبہ بہت مقبول ہے۔ اس لیے خواتین نے چھوٹے پیمانے پر گھروں میں بیوٹی پارلر بنا رکھے ہیں اور کچھ خواتین نے باقاعدہ مارکیٹ میں بیوٹی سیلون بنا رکھے ہیں جن سے وہ معقول آمدن حاصل کر رہی ہیں۔ ان سے خاندان کی اقتصادی حالت قدرے مضبوط رہتی ہے۔ یہاں خواتین کے مسائل میں حکومتی و ناجائز مذہبی پابندیاں اور علاقائی سطح پر مخالفت شامل ہیں۔ علاقائی پابندیاں عام طور پر دیہی یا ان علاقوں میں زیادہ پائی جاتی ہیں جہاں تعلیمی خواندگی کم ہے اس لیے سربراہ یا وڈیرے قسم کے لوگ ان کو تنگ کرتے ہیں۔

مبحث چہارم: شریعت اسلامیہ کی روشنی میں مسائل کا حل

اسلام بحیثیت ایک مکمل دین اور جامع نظام حیات جہاں حیات انسانی کے تمام تقاضوں اور تمدن و معاشرت کے تمام شعبوں کے لیے مستقل اصول و احکام اور قواعد و ضوابط کا ایک جامع اور واضح نظام فراہم کرتا ہے وہاں پر کسب معاش اور معاشیات جیسے اہم ترین موضوع کو بھی پوری طرح اہمیت و حیثیت دیتے ہوئے اس کے لیے ٹھوس فلسفہ و حکمت اور اعلیٰ امتیازی نقطہ نظر مخصوص قوانین و ضوابطہ، اصول و احکام اور حدود و قیود پر مشتمل واضح نظام علم و عمل پیش کرتا ہے۔ یوں اسلام اپنے ماننے والوں میں سے ہر فرد کو الگ امتیازی شان عطا کرتا ہے اور ہر فرد واحد کے لیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت معاشی سرگرمیوں کے استعمال کے لیے پوری کرہ ارض کے تمام وسائل و ذرائع کو استعمال کرنے کا پورا پورا حق دیتا اور اس میدان عمل میں ہر ایک کو کوشش و سعی کے لیے بنیادی میدان عمل یکساں فراہم کرتا ہے۔ نیز اسے سب کے لیے آزادانہ استعمال کی مکمل اور بھرپور اجازت دیتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ﴾ (۱)

"اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانہ اور سامان معیشت بنایا"

دراصل اسلام اپنے ماننے والوں کی تربیت ایسے جامع نظام معشیت سے کرتا ہے جو کسب حلال، جائز ذرائع اور مثبت سرگرمیوں پر مبنی و منحصر ہے۔ وہ ہر حرام، منفی اور ناجائز سرگرمی کی بیخ کنی کرتا ہے اور ان کو اختیار کرنے

---

(۱) الاعراف ۷: ۱۰

سے منع فرماتا ہے کیونکہ یہ حرام ذرائع ان کی بنیادی زندگی کے لیے زہر قاتل اور آخرت کی تباہی و بربادی کا سامان بنتے ہیں یوں اس کمال فطری نظام کے تحت اسلام ہر فرد کی بلا کسی جنسی تخصیص کے ذاتی حیثیت کو منواتا ہے اور انفرادی و اجتماعی تمام حقوق سے فیض یاب کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (۱)

"اور عورتوں کے حقوق مردوں کے مثل دستور کے مطابق ہیں"

ان سب تعلیمات کی روشنی میں خواتین کے لیے شریعت نے راہنما اصول و ضوابط متعین کیے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر وہ خود کو ان مسائل کا شکار ہونے سے بچا سکتی ہیں۔ اس حوالے سے یہ بات ذکر کرنا مناسب ہے کہ خواتین کو مسائل کا شکار کرنا خواتین کا مسائل کا شکار ہونا دو الگ الگ امور ہیں۔ اگر خواتین خود کو شریعت کی پابندی میں رکھیں گی تو مسائل کا شکار نہیں ہوں گی اور کسی کو یہ جرأت حاصل نا ہو گی کہ وہ خواتین کو ہراسمنٹ کا نشانہ بنائے۔ جہاں تک بات ہے کہ مردوں کی طرف سے ان مسائل کا پیدا کیے جانے کا تو اس سلسلہ میں بالکل واضح حکم ہے کہ جو شخص پاکباز عورتوں کو نشانہ بناتا ہے یا ان کے حقوق تلف کرنے کی کوشش کرتا ہے تو مختلف نصوص کی روشنی میں وہ عذابِ الیم کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اسی طرح حکومتِ وقت کے ذمہ بھی کچھ اقدامات لازم ہیں جن کو صحیح طور پر اگر ادا کیا جائے اور ان سے متعلقہ نظام کو خود کار طریقے سے فعال کیا جائے تو بہت سے مسائل سے از خود چھٹکارا مل سکتا ہے۔ ذیل میں خواتین کو درپیش مسائل سے بچنے کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل پیش کیا جا رہا ہے۔

ا۔ حکومتی و نجی اداروں کے لیے ضروری اقدامات

جن جگہوں پر خواتین کام کرتی ہیں وہاں جس بھی تنظیم یا مشینری کا اثر رسوخ ہے، ان کے ذمے کچھ اقدامات ضروری ہیں۔ یہ اقدامات شریعت کا تقاضا بھی ہیں اور اخلاقیات کا بنیادی عنصر بھی۔ اس لیے کہ ان کی فعالیت یا قیام حقیقی طور پر خواتین کو محفوظ رکھنے کا موجب بھی ہے۔ لہٰذا خواتین کے مسائل کا حل درج ذیل امور و اقدامات کرنے سے بآسانی سامنے آتا ہے:

ا۔ نظام حسبہ کی فعالیت اور خود کار طریقہ کا استعمال:

---

(۱) البقرہ۰۲: ۲۲۸

کسی بھی اسلامی یا مسلمانوں کی ریاست کے بنیادی خدوخال اور ڈھانچہ میں یہ امر لازم قرار دیا گیا ہے کہ اس میں انکار علی المنکر کے لیے خودکار طریقہ سے کام کرنے والا نظامِ 'حسبہ' موجود ہو۔ اس کی تفصیلات پر کلام کرنے کا یہ محل نہیں ہے تاہم اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ حکومتِ وقت یا بلادِ اسلامیہ میں عبادات کے بعد سب سے اہم فریضہ ' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ' کی ادائی ہے۔ اس حوالے سے ارشاد، باری ہے:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ (۱)

"یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم زمین پر غلبہ عطا کریں تو نماز کو قائم کریں اور زکاۃ کی ادائی کریں اور نیک کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، اور اللہ ہی کے ہاں تمام امور کا انجام ہے"

مذکورہ بالا خواتین کے تمام مسائل کا حل اسی نظام میں موجود ہے کہ جیسے ہی کسی خاتون ملازم کو تنگ کیا جائے یا اس کے حقوق کی تلفی کی شکایت موصول ہو، فوری طور پر یہ نظام اس کی فریادرسی کرے اور ظالم یا غاصب کو فی الفور متنبہ کرے۔

۲۔ شکایات سیل کا قیام اور فوری دادرسی:

شکایات سیل اصلاً نظامِ حسبہ کا ذیلی ادارہ ہی ہوتا ہے۔ تاہم موجود نظام ہائے حکومت میں یہ الگ سے بھی ایک منظم ادارہ کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ اس کی ذمہ داریوں میں ترجیحی بنیادوں پر یہ بات شامل کی جائے کہ خواتین کا تحفظ اور ان کے حقوق و فرائض میں کمی کے مرتکبین کا فوری مؤاخذہ کیا جائے گا۔ اس حوالے سے یورپین ممالک میں کام کرنے والے متعدد نظامات کو بھی برآمد کیا جاسکتا ہے اور ان سے مدد لیتے ہوئے شرعی اصولوں کے عین مطابق ان معاملات کو طے کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ سیکیورٹی کے مسائل کا حل اور حکومتی ذمہ داری:

پاکستان میں شدت پسندی کے حالیہ واقعات اور بدامنی کی موجودہ صورت حال کے پیشِ نظر جرائم پیشہ افراد کو جرم سے روکنے اور ان پر گرفت سخت کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اسی میں خواتین کو تحفظ فراہم کرنا بھی سیکیورٹی اداروں کا فرضِ منصبی ہے۔ کجا یہ کہ پولیس یا دفاعی ادارے خواتین کو تحفظ اور حقوق کی درست ادائی میں تعاون کریں، یہاں ان محکمہ جات میں کام کرنے والی خواتین ہی محفوظ نہیں ہیں۔ لہٰذا اس امر کی شدت سے ضرورت ہے

---

(۱) الحج۲۲: ۴۱

کہ خواتین کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ان اداروں میں بھی قانون سازی کی جائے، یا اگر قانون موجود ہیں تو ان پر سختی سے عمل کرایا جائے۔

۴۔ اداروں میں شخصی تربیت کا اہتمام:

جتنی تنظیمات اس وقت کام کر رہی ہیں، خواہ سرکاری ہیں یا غیر سرکاری، ان میں کام کرنے والوں کی اخلاقی اور دینی تربیت کا اہتمام کیا جائے۔ اس ضمن میں ملکی سطح پر یہ قانون سازی ہونی چاہیے کہ ورکرز اور سٹاف کی اسلامی بنیادوں پر تربیت کو لازم قرار دیا جائے تاکہ معاشرے میں کم از کم بداخلاقی کا یہ پہلو تو ختم ہو۔ نیز اس میں قرآن و حدیث میں سے منتخب اجزاء مثلاً سورہ النور، سورہ الحجرات وغیرہ و معاشرتی اصلاحات سے متعلقہ احادیث کو جمع کر کے پڑھایا جائے۔

۵۔ مناسب تنخواہوں کے اجراء کے لیے قوانین سازی:

جو کمپنیاں ورکرز بالخصوص مالی طور پر کمزور خواتین جو اپنے خاندانوں کی کفالت کرتی ہیں، ان کی تنخواہوں سے ناجائز مدات میں کٹوتیاں کرتی ہیں یا خواتین کی تنخواہیں کم آفر کرتی ہیں ان کو ایک ملکی و قومی دھارے میں لایا جائے تاکہ مزدور کو اس کی کے محنت کے بقدر حق مل سکے۔ اس ضمن میں خواتین پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خواہ مخواہ دفتری و کام کے اوقات میں غیر ضروری طور پر وقت کا ضیاع نا کریں اور نا ہی فرائض کی ادائی میں کسی قسم کی کمی یا غفلت کریں۔

۶۔ خواتین کی ترجیحی بنیادوں پر تعیناتی:

خواتین کو ملازمت دیتے ہوئے ان کے گھروں سے قریبی مقامات پر تعینات کیا جائے تاکہ ان کے مسائل میں کمی واقع ہو اور وہ اپنے فرائضِ منصبی کو صحیح طور پر ادا کر سکیں۔ اس لیے میرٹ وائز تمام خواتین کو ان کے لیے مناسب جگہوں کی آفر کی جائے۔ تاہم اگر اس قسم کے مواقع ختم ہو جائیں تو محکمانہ سطح پر ان کے لیے آسانی پیدا کی جائے اور آنے جانے کے لیے اگر ممکن ہو تو خواتین کی مخصوص سواریوں کا بندوبست کیا جائے یا پھر دورانِ ڈیوٹی ان کے تحفظ کا بھرپور خیال رکھا جائے۔

۲۔ خواتین کے لیے ضروری آداب و تقاضے

ملازمت پیشہ خواتین کے لیے شریعتِ اسلامیہ میں کچھ ضوابط و حدود مقرر کی ہیں جن کا خیال رکھنا لازم ہے۔ ان کی پاسداری میں ہی دین و دنیا کی سلامتی اور بقا ہے اور یہی تقاضے عورت کی عصمت و عفت کو محفوظ رکھنے کا سبب ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہیں؛

ا۔ مردوں سے ملاقات کے آداب:

خواتین کو دوران ملازمت جن مردوں کے ساتھ رہ کر کام کرنا پڑتا ہو ان کے مابین واضح فاصلہ برقرار رکھنا چاہیے۔ تاکہ وہ ہر طرح کے گناہ سے محفوظ رہ سکیں۔ اس ضمن میں درج ذیل امور زیادہ معاون ہیں:

الف۔ پست نگاہی:

نگاہ کو نیچے رکھنے کا حکم محض عورتوں کو نہیں بلکہ ہر عورت یا مرد جو گھر سے باہر نکلتے ہیں انہیں چاہیے کہ اپنی نظروں کو جھکائے رکھیں۔ بلاوجہ کسی نامحرم کو نہ گھوریں۔ کیونکہ اگر وہ اپنی نظروں اور شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں گے تو اخلاقی برائیوں سے بھی محفوظ رہیں گے۔

﴿ قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾ (۱)

"مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے، بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے جو وہ کرتے ہیں اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں"

ب۔ پردے کا اہتمام:

خواتین کے لیے لازم ہے کہ وہ پردے کا اہتمام کریں تاکہ کوئی شخص ان کی جسمانی ساخت یا ہیئت کو دیکھ کر مائل نا ہو اور نا ہی ان میں دلچسپی پیدا ہو جس سے وہ خاتون کو تنگ کرنے یا غلط کاری پر اکسانے کی کوشش کر سکے۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ﴾ (۲)

"اور اپنا سنگار نہ ظاہر ہونے دیں مگر جو اس میں سے کھلا ہی رہتا ہے اور اپنے دوپٹے سینوں پر ڈالے رہا کریں"

---

(۱) النور ۲۴: ۳۰۔۳۱

(۲) ایضاً: ۳۱

عورت کے لیے لازمی ہے کہ اپنے آپ کو لباس سے ڈھانپ کر رکھے چادر وغیرہ بھی منہ پر ڈال کر رکھے سینے کو بھی چادر سے ڈھانپ کر رکھے اس لیے جو عورتیں ملازمت کرتی ہیں انھیں بھی چاہیئے کہ باوقار اور جسم کو چھپانے والا لباس پہنے اپنی زینت غیر مردوں پر ظاہر نہ کریں تو کوئی بھی مرد ان کی طرف آنکھ اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (۱)

" اے نبیؐ! بیویوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا یک حصّہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے "

آیتِ کریمہ اس معنیٰ کو بالکل واضح ثابت کر رہی ہے کہ اگر عورتیں پہچان لی جائیں تو ان کو ستایا جاتا ہے۔ اس لیے عزت و عصمت کا تحفظ اور مسائل سے بچاؤ کا یہی حل ہے کہ ایسا لباس استعمال کیا جائے جو عورت کو غیر معروف اور اس کو محفوظ کر دے۔

ج۔ باوقار چال:

شریعت میں خواتین کو اٹھلا کر اور نزاکت کے ساتھ پیروں کو زمین پر مار کر چلنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ یعنی پیروں کو زمین پر پٹخ کر اس طرح چلنا جس سے چھپی ہوئی زینت ظاہر ہو جائے یا پیروں میں پہنا ہوا زیور بجنے لگے جو لوگوں کے متوجہ ہونے کا باعث بنے، حرام ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ﴾ (۲)

" اور اپنے پیروں کو زور سے مار کر نہ چلیں جس سے چھپی ہوئی زینت ظاہر ہو "

اسی طرح ارشادِ باری ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ﴾ (۳)

---

(۱) الاحزاب ۳۳ : ۵۹

(۲) الاحزاب ۳۳ : ۳۲

(۳) الانعام ۰۶ :۱۵۱

"اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ پھٹکنا"

یعنی جو عورتیں گھر سے باہر نکلتی ہیں ملازمت کرتی ہیں یا دیگر ذریعہ معاش اپنایا ہوا ہے تو اسے اپنے چال چلن کو اتنا باوقار بنانا چاہیئے کہ کوئی بھی نظر اٹھا کر یا کوئی دل میں خرابی رکھ کر اس کی طرف نہ دیکھ سکے۔

د۔ سنجیدہ و محتاط گفتگو:

ملازمت پیشہ خواتین کو غیر مردوں سے بات کرتے ہوئے ہنسی مذاق سے گریز کرنا چاہیئے۔ کوئی فضول بات نہیں کرنی چاہیئے جس سے کسی کے دل میں گناہ کی ترغیب پیدا ہو۔ اپنی گفتگو کو نہایت مودب بنائیں اور مقصود بہا کلام کرنی چاہیئے۔ اس حالت میں ناپنی آواز میں نزاکت بالکل نہیں رکھنی چاہیئے۔ بلکہ مردوں سے بات چیت کے دوران اپنے لہجہ میں اتنی سختی رکھنی چاہیئے کہ وہ غلط سوچ سے گریز کریں۔ کیونکہ اگر عورت نزاکت سے بولے گی تو مرد کے ذہن میں فاسد خیالات خود بخود جنم لیتے ہیں جس سے گناہ کا عنصر غالب آنے لگتا ہے، یہی امر بعد ازاں جنسی تشدد کا موجب بنتا ہے لہذا اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے۔ سورۃ احزاب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ ﴾(۱)

"تو تم بولنے میں نزاکت مت اختیار کرو کہ (اس سے) ایسے شخص کو خیال فاسد پیدا ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدے کے موافق بات کیا کرو"

ھ۔ مردوں کو لمس یا مصافحہ سے گریز:

ملازمت پیشہ خواتین کے لیے ضروری ہے کہ اگر وہ فکرِ معاش کے لیے گھر سے نکلیں تو شرعی احکامات کو پسِ پشت مت ڈالیں۔ کیونکہ کسبِ معاش کی مجبوری ان امور میں کوتاہی کو ہرگز معاف نہیں کرا سکتی۔ نیز جدت پسندی جس قدر پیدا کرلی جائے تعلیماتِ اسلامیہ پر عمل ساقط نہیں ہو جاتا۔ اس لیے کسی بھی غیر مرد کو اپنی جسمانی اعضاء تک رسائی نا دی جائے۔ قرآن پاک میں جہاں اللہ تعالیٰ نے مومن مرد کو اپنی نگاہیں پست رکھنے کا حکم دیا ہے جو فتنہ و شہوت کو برانگیختہ کر سکتی ہے تو مصافحہ اور ہاتھ چھونے کا حکم بدرجہ اولیٰ ہو گا کہ نگاہ کی بہ نسبت یہاں اندیشہ شہوت زیادہ ہے۔ معقل بن یسارؓ سے مروی ہے رسول اللہؐ نے فرمایا:

" لأن يطعن في رأس رجل بمخيط من حديد خير من أن يمس امرأة لا تحل له"(۱)

---

(۱) الاحزاب ۳۳: ۳۲

”آدمی کے سر میں لوہے کی کیل چبھوئی جائے یہ اس سے بہتر ہے کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے“

و۔ خلوت سے گریز:

خواتین کسی بھی صورت غیر محرم کے ساتھ خلوت اختیار نا کریں۔ اس لیے کہ خلوت میں اگرچہ انہوں نے خود کو پاکدامن رکھا ہو گا لیکن شیطان اس امر سے بھی فائدہ اٹھانے سے باز نہیں آتا۔ اس ضمن میں نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے۔

” لا يخلون رجل بامرأة “(۲)

”کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ اس کے محرم کے بغیر تنہائی میں نہ رہے“

کسی بھی عورت کو کسی غیر مرد کے ساتھ تنہائی میں نہیں رہنا چاہیئے اور نا ہی کوئی اس قسم کا موقع دیا جائے جس سے دونوں کے دل میں فاسد خیالات پیدا ہوں اور بعد ازاں یہ مسائل کا سبب بن جائے۔

اسی طرح دوست خواتین سے لمبی ملاقاتیں بھی نا کی جائیں بلکہ جتنا جلدی ہو سکے کام سے واپس اپنے مسکن آجائیں۔ ملازمت کے دوران مرد اور عورت ایک ہی جگہ طویل وقفہ تک اکھٹے ہوتے ہیں۔ اگرچہ ہر ایک کے کام علیحدہ ہوتے ہیں لیکن طویل و مکرر ملاقاتوں کے اندر پست نگاہی، گفتگو میں سنجیدگی اور نشست میں وقار برقرار رکھنا دشوار ہو جاتا ہے اور بیشتر اوقات وہ وقار و تمکنت باقی نہیں رہتی جو میل جول کے دوران مرد اور عورت دونوں کے درمیان پائی جانی چاہیئے۔ اس لیے ایسی ملاقات سے گریز کی جائے الا یہ کہ کام کی نوعیت مکرر اور طویل ملاقات کی متقاضی ہو۔ اس صورت میں بھی احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

ح۔ مشکوک مقام سے گریز:

مشکوک قسم کے مردوں سے ملازمت پیشہ خواتین کو گفتگو نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر مہمان قابل اعتماد ہو تو ان سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ شریعت نے اس امر کی تاکید کی ہے کہ جو چیز شک آمیز ہو اسے چھوڑ کر شک سے محفوظ ہو جا۔ اور نہ ہی عورتوں کو کسی اجنبی یا غیر محرم مرد کے ساتھ اکیلے کسی مقام پر جانا چاہیئے جو مشکوک ہو۔

---

(۱) البانی، ناصر الدین، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، مکتبۃ المعارف، الریاض، ۱۹۹۵ء، ج ۱، ص ۴۴۷

(۲) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب ابواب صفتہ الصلوۃ، باب التسلیم، ح: ۳۰۰۶

ط۔ظاہر و پوشیدہ معصیت سے گریز:

بہت سی جدت پسند ملازمت پیشہ خواتین احکاماتِ الٰہی کو پسِ پشت ڈال کر آزاد منش زندگی گزارنے کے چکر میں ایسے مسائل کا شکار ہوتی ہیں کہ دین و دنیا دونوں کو اپنے ہاتھں برباد کر ڈالتی ہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہر قسم کی برائی اور فسق و فجور کے کاموں سے اجتناب کیا جائے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ﴾(۱)

"اور بے حیائیوں کے پاس بھی نہ جاؤ خواہ وہ اعلانیہ ہو یا پوشیدہ اور چھوڑ دو گناہ کے ظاہر کو (بھی) اور اس کے باطن کو (بھی) بے شک جو لوگ گناہ گار ہیں انہیں عنقریب بدلہ مل جائے گا اس کا جو کچھ وہ کرتے ہیں"

اس آیت مبارک میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ کھل کر گناہ کرنا یعنی ظاہری آداب اور میل جول جو اسلام نے واضح کیے ہیں ان کی پابندی نہ کرنا اور پوشیدہ معصیت یا حرام کی خواہش لذت کو پورا کرنا اور حرام کے ارتکاب میں پیش پیش رہنا سب مسائل کی جڑیں ہیں اور ہر ملازمت پیشہ خاتون کو اس قسم کے گناہوں سے اپنے دامن کو بچا کر رکھنا چاہیئے۔

۱۱۔خوشبو سے گریز:

جب مسلمان خواتین کو مسجد جاتے ہوئے خوشبو نہ لگانے کا حکم ہے تو پھر انجان لوگوں میں رہتے ہوئے اس کا یہ طرزِ عمل یقیناً ہلاکت خیز اور مسائل کا پیش خیمہ بنے گا۔مرد اس کی طرف متوجہ ہوں گے اور اس کے دل میں مرض پیدا ہو گا۔عورت چاہے ملازمت کرتی ہو یا دیگر ذریعہ معاش سے وابستہ ہو اسے اس بات کا خیال کرنا چاہیئے۔اس ضمن میں ابو موسی شعریؓ سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے فرمایا:

" إِذَا اسْتَعْطَرَتِ الْمَرْأَةُ، فَمَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَجِدُوا رِيحَهَا فَهِيَ كَذَا وَكَذَا،قَالَ قَوْلًا شَدِيدًا"(۲)

(۱) الانعام ۰۶: ۱۲۰

(۲) ابوداؤد، سلیمان بن اشعت، السنن، مکتبہ دارالسلام، الریاض، ۱۹۹۹ء، کتاب الترجل، باب فی المرأۃ تتطیب للخروج، ح:۴۱۷۳

''جو کوئی عورت خوشبو میں بس کر باہر نکلتی ہے اور لوگ اس کی خوشبو پاتے ہیں تو وہ عورت ایسی اور ایسی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؐ نے نہایت سخت الفاظ ارشاد فرمائے''

۳۔ شوہر کا گھریلو انتظامات میں تعاون کرنا:

نبی کریم ﷺ گھر کا کام کرنے میں بالکل عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ عام لوگ خاص طور پر مرد یہ سمجھتے ہیں کہ گھر کے کام صرف عورت کو کرنے ہیں۔ مرد صرف کمانے اور باہر کے کام کرنے کا ذمہ دار ہے۔ عورت کی حالت خواہ جیسی بھی ہو گھر کا سارے کام اسے کرنا ہے۔ یہ بالکل غلط طرزِ عمل ہے۔ اگر شوہر بیوی کا ضرورت کے وقت گھر کے کام میں ہاتھ بٹائے گا تو اس سے اس کی مدد ہو جائے گی اور گھر کا سکون بھی بحال رہے گا۔ نیز اگر وہ معاش کے لیے اس کے ساتھ ہاتھ بٹا رہی ہے تو اس کے لیے بھی یہ کام تسلی بخش اور مسرت کا باعث ہو گا اور خاتون مزید تن دہی اور ہمت سے معاملات کو نمٹانے کی کوشش کرے گی۔ اس حوالے سے نبی کریم ﷺ کے اسوہ کے بارے میں سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

''ماکان النبی ﷺ یصنع فی بیته قالت کان یکون فی مهنة أَهلِه تعنی خد مَةَ أهلِه فإذا حضرت الصلوٰة خرج إِلیٰ الصلاة''(۱)

''میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبیؐ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ بولی گھر کے کاموں میں شریک رہتے تھے جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے''

حافظ ابن رجب حنبلیؒ اس بارے سیدہ عائشہ کا ایک اثر نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

'' قيل لعائشة: مَا كَانَ النَّبِيّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يصنع فِي بيته؟ قَالَتْ: يخيط ثوبه، ويخصف نعله، ويعمل مَا يعمله الرجال فِي بيوتهم''(۲)

''عائشہؓ دریافت کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ گھر میں کیا کیا کرتے تھے تو وہ بولیں: آپ اپنے کپڑے سی لیتے، جوتے گانٹھ لیتے اور وہ تمام کام کرتے جو دوسرے مرد اپنے گھروں میں کرتے ہیں۔''

(۱) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب بدء الوحی، باب من کان فی حاجۃ اھلہ فاقیمت الصلاۃ، ح:۶۷۶

(۲) ابن رجب، عبد الرحمٰن بن احمد، فتح الباری، مکتبۃ الغرباء الاثریۃ، مدینۃ المنورۃ، ۱۹۹۶ء، ج۶، ص۱۰۸

جب رحمت عالمؐ اپنی بیوی کا گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹا سکتے ہیں تو پھر عام مسلمان مرد کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے گھر میں بوقت ضرورت اپنی بیوی کا بھی ہاتھ بٹانا چاہیئے کیونکہ اس طرزِ عمل سے مسائل کے خاتمہ میں مدد ملتی ہے۔

خلاصہ بحث:

پیش کردہ سروے کی روشنی میں درج ذیل نتائجِ تحقیق سامنے آتے ہیں:

۱۔ ملازمت پیشہ خواتین کو عائلی زندگی میں بہت سے مسائل کا سامنا ہے جن میں سے کچھ کا تعلق خاندان کے دیگر افراد سے ہے اور کچھ خود ان کے رویے کے پیشِ نظر پیدا ہوتے ہیں۔

۲۔ مشترکہ خاندانی نظام میں رہنے والی ملازمت پیشہ خواتین کے لیے مسائل کا حل قدرے پیچیدگی اختیار کر گیا ہے جس کا بہترین حل کتاب وسنت کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔

۳۔ تقریباً ۱۷ فی صد خواتین کو گھریلو اور محکمانہ مسائل کا بیک وقت سامنا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی زندگی بہت زیادہ مایوسی اور قبلِ ترس حالت میں گزر رہی ہے۔

۴۔ اکثر ادارے اور تنظیمیں خواتین کی مجبوریوں کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے، ان کو یا تو تنخواہ کم آفر کرتے ہیں یا پھر حیلوں بہانوں سے ان میں کٹوتیاں کرتے رہتے ہیں۔

۵۔ دورانِ ملازمت ساتھی عملہ یا افسرانِ بالا ان خواتین کو ذہنی وجسمانی ہراسمنٹ کا نشانہ بناتے ہیں اور ان کی تضحیک میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں چھوڑتے۔ یہ ناروا سلوک تعلیمی وغیر تعلیمی ہر قسم کے محکمہ میں پایا جاتا ہے۔

سفارشات:

اس سارے منظر نامے کے بعد ذیل میں چند سفارشات درج کی جارہی ہیں جن پر سنجیدگی سے غور وفکر کرتے ہوئے عمل کی کوشش کی جائے:

۱۔ عورت کی مناسب تعلیم کا انتظام ضروری ہے تاکہ اسلامی تربیت کے عمومی مقاصد کے علاوہ دو بنیادی مقاصد کی تکمیل کر سکے ۔ ایک شادی کے بعد اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح اٹھانے وہ گھر اور بچوں کی بہترین نگہداشت کی صلاحیت وقدرت سے وہ آراستہ ہو۔

۲۔ حکومتِ وقت کے لیے ضروری ہے کہ وہ محکمانہ خرابیوں کی بیخ کنی کے لیے خود کارِ طریقِ عمل کو وضع کرے اور اس قسم کے مسائل کے حل میں تمام محکمہ جات کو خاص تاکید کرے کہ خواتین کے تحفظ بارے قوانین وضوابط مرتب کرتے ہوئے مردانہ عملہ کو اس پر عمل کروائے۔

۳۔ ملکی و قومی سطح پر ایسا نصابِ تشکیل دیا جائے جس سے لوگوں میں معاشرتی و سماجی طور پر شعور پیدا ہو اور اسلامی تعلیمات سے آگاہی کے ساتھ ساتھ جرم و سزا کا تصور واضح ہو جائے۔ نیز منفی رجحانات اور بدلتے سماجی رویوں کو مثبت اور تعمیری شکل میں کنٹرول کیا جا سکے۔

۴۔ خواتین بذاتِ خود اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہوں، خواہ مخواہ کی زیب وزینت، اعلی طرزِ زندگی کی چاہت، خاندانی نظام سے نکل کر آزاد منش زندگی گزارنے کی خواہش خود میں پیدا نا ہونے دیں۔اسی طرح خاوند اور والدین کی خدمت کریں، عائلی زندگی کو دنیا کی چکاچوند ترقی سے خراب نا کریں۔